سانپوں کے شکاری

ابن صفی (بی اے)



عمران سیریز

سانپوں کے شکاری

ابنِ صفی

عمران سیریز ۷

۱۹۵۶

پیش رس

یہ رہے ساپنوں کے شکاری۔۔۔ نڈر۔۔۔ بے خوف اور سب کچھ کر گزرنے والے! کہانی ایک بڑی پرانی داستان سے شروع ہوتی ہے۔۔۔ اور اتنی سنجیدگی سے شروع ہوتی ہے کہ اُس کی صداقت میں شبہے کی گنجائش نہیں رہتی۔۔۔ لیکن۔۔۔؟

اصلیت! محکمہ سُراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض کی زبانی سنیئے۔

ایک انہونی بات بھی آئے گی یعنی فیاض عمران کی گرفتاری کا وارنٹ لیے گھوم رہا تھا! اور عمران۔۔۔؟ عمران کو اِس بار ایک نئے روپ میں دیکھئے، ایک

پُراسرار نمبر ایکس فائیو تھری نائن جس کے لیے کئی پارٹیاں حرکت میں نظر آتی ہیں۔۔۔ کشت و خون۔۔۔ سرِ راہ خوفناک دھماکہ۔۔۔ ایکس فائیو تھری نائن کا راز۔۔۔ عمران ہر کارنامہ تنہا سر انجام دیتا ہے۔ ایکس فائیو تھری نائین۔۔۔ لاکھوں روپے کی دولت لیکن اس کے حصول کے لیے لڑ مرنے والوں کی مایوسی! ایکس فائیو تھری نائین۔۔۔ عمران اور فیاض لیے ایک خطرناک لمحہ!

اس کے علاوہ وہ سب کچھ جس کی آپ ابنِ صفی سے توقع رکھتے ہیں!

ہمیں یقین ہے کہ یہ ناول بھی ابنِ صفی کے گزشتہ کارناموں کی صف میں ایک امتیازی مقام حاصل کرے گا!

پبلشر

(۱)

تیمور اینڈ بارٹلے کا آفس پوری عمارت میں پھیلا ہوا تھا۔۔۔! اس فرم کے علاوہ اس عمارت میں اور کسی کا کاروبار نہیں تھا۔۔۔ اسی بنا پر یہ عمارت کو برا مینشن کے نام سے مشہور ہو گئی تھی! ویسے اس کا نام کچھ اور تھا!

تیمور اینڈ بارٹلے کی فرم سانپ کی کھالوں کی تجارت کرتی تھی۔۔۔ کاروبار بہت بڑا تھا۔ دفتر میں درجنوں کلرک تھے، مختلف شعبوں کے منیجر الگ الگ تھے اور اُن کی تعداد بارہ سے کسی طرح کم نہیں تھی۔۔۔ تین درجن شکاری تھے۔۔۔ جن کے ذمّے سانپوں کی فراہمی کا کام تھا۔۔۔ لیکن یہ سپیرے

نہیں تھے۔۔۔ اور نہ اس کے قائل تھے کہ بین سُن کر سانپ جھومنے لگتے ہیں! یہ تعلیم یافتہ لوگ تھے اور سانپوں کے شکار کے سلسلے میں ان کا طریقہ کار سائنٹیفک ہوتا تھا۔ انہیں بڑی بڑی تنخواہیں ملتی تھیں اور ان کی ظاہری حالت دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان کا پیشہ اتنا حقیر اور گندا ہو گا!

کوبرا مینشن کا ہال فرم کا شوروم تھا۔ یہاں صرف صدہا قسم کے سانپوں کی کھالیں موجود تھیں بلکہ مختلف قسم سے تعلق رکھنے والے زندہ سانپ بھی کثیر تعداد میں تھے۔ ہفتے میں دو دِن یہ شوروم پبلک میوزیم بن جایا کرتا تھا یعنی ہفتے میں دو دِن ہر آدمی کسی روک ٹوک کے بغیر وہاں جا سکتا تھا۔۔۔ آج اتوار تھا۔۔ اور کوبرا مینشن کے اس بڑے ہال میں تِل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔۔۔ آج کچھ غیر مُلکی سانپ نمائش کے لیے رکھے گئے تھے جن میں جنوبی امریکہ کے جاراکاکا۔۔۔ اور افریقہ کے بلیک مومبا بھی تھے۔

راضیہ صرف انہیں دو اقسام کے سانپ دیکھنے کے لیے یہاں آئی تھی ورنہ اور سب تو اس کے دیکھے ہوئے تھے۔۔۔ اسے سانپ بہت اچھے لگتے تھے۔۔۔

اس کے پاس صدہا قسم کے سانپوں کی تصویریں تھیں اور اس کے ذہن پر بھی سانپ مسلط تھے۔ وہ جب بھی آنکھیں بند کرتی اسے بیک وقت ہزاروں سانپوں کی کلبلاہٹ محسوس ہونے لگتی۔۔۔ خواب میں اسے سانپ نظر آتے۔۔۔ جب وہ سونے کے لیے پلنگ پر لیٹتی تو غنودگی کے عالم میں اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کے سارے جسم پر ٹھنڈے سانپ رینگتے پھر رہے ہوں لیکن اِس سے اُسے وحشت نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایک عجیب قسم کی آسودگی اور طمانیت محسوس کرتی۔۔۔ اس پر خود اُسے بھی حیرت تھی۔

وہ کافی دیر تک کوبرا مینشن کے شوروم میں رہی۔۔۔ وہ اتنی محو تھی کہ اسے پانچ بجنے کی بھی خبر نہ ہوئی! حالانکہ یہ وقت اس کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔۔۔! وہ جہاں کہیں بھی ہو روزانہ ٹھیک پانچ بجے شام کو اس کا ارشاد منزل پہنچنا ضروری تھا۔۔۔ رات اسے وہیں بسر کرنی پڑتی تھی۔۔۔! بوڑھا ارشاد اس کا دادا تھا۔۔۔ کروڑوں کی دولت کا مالک! اس کے تین بیٹے تھے

لیکن ان میں سے کوئی بھی ارشاد منزل میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔۔۔! حتیٰ کہ خود راضیہ کا باپ بھی نہیں ان کا کنبہ بہت بڑا تھا۔۔۔ لیکن راضیہ کے علاوہ اور کوئی بھی بوڑھے ارشاد سے قریب نہیں تھا۔۔۔ ارشاد اسے بہت پسند کرتا تھا۔۔۔ اور وہ اس کے معاملات میں بہت زیادہ دخیل تھی۔۔۔ لیکن یہ ڈیوٹی اسے بھی بہت کھِلتی تھی۔۔۔ خواہ کچھ ہو اس کا پانچ بجے شام کو بوڑھے ارشاد کے پاس پہنچنا بہت ضروری تھا!

آج وہ ساڑھے پانچ بجے پہنچی! ارشاد جھنجھلایا ہوا تھا! اسے دیکھتے ہی برس پڑا۔۔۔

"میں نے ابھی تک چائے نہیں پی!" وہ غرایا! "تم جانتی ہو کہ میں ٹھیک سوا پانچ بجے چائے پیتا ہوں اور تم ہر حال میں میرے ساتھ پیتی ہو۔۔۔"

"جی۔۔۔! وہ میری۔۔۔ ایک سہیلی۔۔۔!"

"سہیلی۔۔۔! مجھ سے زیادہ تھی۔۔۔!"

”جی۔۔۔وہ۔۔۔دیکھئے۔۔۔!“

"کچھ نہیں۔۔۔! جاؤ۔۔۔اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔۔۔!“ ارشاد نے کہا لیکن لہجے میں تحکم کی بجائے شکوے کا سا انداز تھا!

”داداجان۔۔۔ آپ تو سمجھے نہیں۔۔۔وہ میری۔۔۔ سہیلی!“

”میں نے ابھی چائے نہیں پی۔۔۔!“

”تو میں منگواتی ہوں چائے۔۔۔!“ راضیہ کمرے سے چلی گئی۔۔۔!

ارشاد کی عمر اسی سے کم نہیں تھی! دبلا پتلا پلپلے جسم کا آدمی تھا۔۔۔ چہرے پر بے شمار گہری جھریاں تھیں۔۔۔ لیکن وہ روزانہ شیو کرنے کا عادی تھا۔۔۔ لوگ اسے جھکی سمجھتے تھے۔۔۔ ارشاد منزل میں وہ تنہا رہتا تھا۔۔۔! کنبے کے دوسرے افراد شہر کے مختلف حصّوں میں مقیم تھے۔۔۔ ان کا کفیل ارشاد ہی تھا! لیکن انہیں ارشاد منزل میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔۔۔! اس کی وجہ خود ان لوگوں کو بھی نہیں معلوم تھی۔

ارشاد منزل ایک بہت بڑی عمارت تھی اور شاید شہر کی خوبصورت ترین عمارتوں میں اس کا شمار ہوتا تھا! وہاں ایک دو نہیں بلکہ پورے پندرہ عدد نوکروں کی فوج رہتی تھی۔۔۔ لاتعداد پالتو پرندے تھے۔۔۔ درجنوں بِلّیاں تھیں۔۔۔ اور اتنے ہی خرگوش اور کبھی کبھی راضیہ یہ سمجھنے لگتی تھی کہ وہ بھی انہیں پالتو جانوروں میں سے ہے! اس خیال کا محرک ارشاد کا برتاؤ تھا! وہ اسے ایک ننّھی سی بچّی سمجھتا تھا اور اسے اپنی مرضی کا پابند بنائے رکھنا چاہتا تھا۔۔۔! اس کی ذرا ذرا سی باتوں کی ٹوہ میں رہتا۔۔۔ اور اس وقت تو راضیہ کو سچ مچ غصّہ آجاتا، جب وہ اس کا وینٹی بیگ ٹٹولنے لگتا! اسے کھول کر اس میں رکھی ہوئی چیزیں الٹ پلٹ ڈالتا۔

اس وقت بھی وہ یہی حرکت کر رہا تھا! راضیہ چائے کے لیے اس کے کمرے سے چلی گئی تھی! اور وہ میز سے اس کا وینٹی بیگ اٹھا کر اپنے زانو پر رکھے اسے کھول رہا تھا۔

اچانک اس کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ وینٹی بیگ کو پرے جھٹک کر

کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا!۔۔۔

وینٹی بیگ سے ایک چھوٹا سا سانپ نکل کر فرش پر لہریں لے رہا تھا!۔۔۔ بوڑھا ارشاد بڑی پھرتی سے فرش سے اٹھا۔۔۔ لیکن نہ تو اس نے شور مچایا اور نہ کسی کو اپنی مدد کے لیے آواز دی!

سانپ کی رفتار میں سُرعت نہیں تھی! وہ آہستہ آہستہ فرش پر رینگ رہا تھا۔۔۔! ارشاد نے اپنی واکنگ اسٹک سے بہ آسانی اس کا سر کچل دیا! تھوڑی دیر بعد وہ پھر بہت اطمینان سے اسی کرسی پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔! راضیہ کا وینیٹی بیگ اس نے وہیں رکھ دیا تھا جہاں سے اٹھایا تھا!

تقریباً دس منٹ بعد راضیہ خود ہی چائے کی ٹرے اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔!

ارشاد نے اپنی کرسی میز کی طرف کھسکا لی۔۔۔! اچانک راضیہ کی نظر مردہ سانپ پر پڑی۔۔۔ وہ چائے کی ٹرے میز پر رکھ چکی تھی!

”ارے۔۔۔ یہ سانپ!“

بوڑھا اسے گھورنے لگا۔۔۔ لیکن راضیہ کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔۔۔

”یہ یہاں!“

”پھر! پھر اسے کہاں ہونا چاہیے تھا!“ ارشاد نے آہستہ سے پوچھا!

”میں کیا جانوں۔۔۔ میرا مطلب یہ ہے کہ۔۔۔ یہ یہاں کمرے میں تھا۔۔۔“

”میں نے اسے مار ڈالا۔۔۔!“ ارشاد اس کا چہرہ غور سے دیکھتا ہوا بولا!

”مگر یہ یہاں کیسے آیا۔۔۔!“

”تم لائی تھیں!“ ارشاد بدستور اس کے چہرے پر نظر جمائے رہا۔ راضیہ ہنسنے لگی۔۔۔! لیکن ارشاد کی سنجیدگی میں ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا۔

”میں اسے اسپرٹ میں رکھوں گی! یہ کتنا خوش رنگ ہے۔۔۔!“

راضیہ نے ارشاد کے لیے چائے انڈیلتے ہوئے کہا!

دونوں تھوڑی دیر تک خاموشی سے چائے پیتے رہے، پھر ارشاد نے کہا!

”تم مجھ سے تنگ آگئی ہو!۔۔۔ کیوں؟“

”نہیں تو۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!“

”میں۔۔۔ میں محسوس کر رہا ہوں!“

”اس معاملے میں، میں آپ سے لڑ جاؤں گی! آخر آپ کس بناء پر ایسا کہہ رہے ہیں!“

”اس لیے کہ میں سچ مچ تم پر ظلم کرتا ہوں۔۔۔!“

”میں تو ایسا نہیں سمجھتی! آخر آج آپ یہ جھگڑا کیوں لے بیٹھے ہیں!“

”ضرورتاً۔۔۔! آج میری ذرا سی غفلت مجھے موت کے گھاٹ اتار دیتی۔۔۔ یہ سانپ تمہارے وینٹی بیگ میں تھا۔۔۔!“

”نہیں!“ راضیہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی!

”بیٹھ جاؤ۔۔۔ یہ حقیقت ہے!۔۔۔ یہ واقعی ایک نازیبا بات ہے کہ میں تمہارے وینٹی بیگ میں ہاتھ ڈال دیا کرتا ہوں۔۔۔!“

”ارے۔۔۔ دادا جان۔۔۔ خدا کی قسم! میرے فرشتوں کو بھی۔۔۔ علم نہیں!“

راضیہ کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور اس کا سینہ دھونکنی کی طرح پھول اور پچک رہا تھا!وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی!

”بیٹھ جاؤ۔۔۔ چائے پیو!“ ارشاد نے نرم لہجے میں کہا۔ راضیہ بیٹھ گئی۔۔۔ لیکن اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔۔۔ ارشاد نے ایک بار پھر اسے غور سے دیکھ کر پوچھا!”یہ سانپ تمہارے وینٹی بیگ میں کس نے رکھا ہوگا!“

”میں۔۔۔ میں۔۔۔ اس کے متعلّق کچھ نہیں جانتی۔۔۔ لیکن۔۔۔!“

”ہاں۔۔۔ لیکن کیا۔۔۔!“

”ابھی میں نے۔۔۔ آپ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تھی۔۔۔!“

”کیا؟“

”میں کسی سہیلی کے گھر نہیں گئی تھی۔۔۔ بلکہ میں تیمور اینڈ بارٹلے کے شو روم سے سیدھی یہیں آئی ہوں!“

”وہاں تم کیوں گئی تھیں!“

”مم۔۔۔مجھے سانپوں سے دلچسپی ہے۔۔۔!“

”میں جانتا ہوں!“

”گھر سے جب میں چلی ہوں تو۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ وینٹی بیگ میں سانپ نہیں تھا۔۔۔ کیونکہ میں نے راستے میں بھی ایک جگہ اسے کھولا تھا!“

”شو روم میں تمہارے ساتھ اور کون تھا!“

”کوئی بھی نہیں! میں تنہا گئی تھی! مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہاں آج دو بالکل نئی قسم کے سانپ نمائش کے لیے رکھے جائیں گے!“

ارشاد تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا!۔۔۔ پھر بولا۔ ”میری اس بری عادت سے سبھی واقف ہوں گے کہ میں تمہارا وینٹی بیگ کھول کر دیکھا کرتا ہوں!“

”ج۔۔۔جی۔۔۔ہاں۔۔۔!“

”تم نے شکایتاً۔۔۔لوگوں سے تذکرہ کیا ہو گا۔۔۔!“

”اوہ۔۔۔وہ۔۔۔دیکھئے۔۔۔!“

”میں بُرا نہیں مانتا۔۔۔ صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کچھ لوگ اس سے واقف ہیں یا نہیں!“

”صرف گھر والے۔۔۔“

”گھر سے مراد صرف تمہارا گھر ہے نا۔۔۔ یا جواد اور امجد کے گھر والے بھی جانتے ہیں!“

”جی ہاں انہیں بھی علم ہے!“

ارشاد ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا!۔۔۔

وہ چھت کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے کی جھریاں کچھ اور زیادہ گہری معلوم ہونے لگی تھیں!

"دادا جان آپ یقین کیجیے۔۔۔!"

"میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرکت تمہاری ہے۔۔۔!" بوڑھے ارشاد نے آہستہ سے کہا۔

"آپ نے یہ کیوں پوچھا تھا کہ وینٹی بیگ کے متعلّق کون کون جانتا ہے۔۔۔!"

"میں پھر یہی کہتا ہوں کہ یہ حرکت تمہاری نہیں ہو سکتی۔۔۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ آپ خاندان کے کسی دوسرے فرد پر شبہ کر رہے ہیں!"

"کیوں نہ کروں۔۔۔! کیا آدمی کی وقعت دولت سے زیادہ ہوتی ہے۔۔۔!"

"اوہو!" یک بیک راضیہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ "تب تو یہ حرکت میری بھی ہو

سکتی ہے!"

"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتیں! مجھے یقین ہے۔۔۔!"

"اسی لیے آپ خاندان والوں کو یہاں نہیں رکھتے!" راضیہ نے پوچھا! اس کے لہجے میں تلخی تھی اور چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے یک بیک غصّہ آ گیا ہے!

"ہاں اس کی وجہ یہی ہے!"

"پھر آپ کو مجھ پر اتنا اعتماد کیوں ہے!"

"بس یونہی۔۔۔!"

"نہ ہونا چاہیے۔۔۔! اب میں یہاں کبھی نہ آؤں گی! کبھی نہیں! میں گریجویٹ ہوں اور اپنی روزی خود کما سکتی ہوں!"

"میں اسی لیے تمہیں پسند کرتا ہوں! اسی لیے مجھے تم پر اعتماد ہے!" بوڑھا ارشاد مُسکرا کر بولا۔ "تم میری خوشامد نہیں کرتیں۔۔۔ صاف گوئی سے کام

لیتی ہو۔"

"لیکن میں اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ آپ والد صاحب پر کسی قسم کا شُبہ کریں!"

"اس سے میری اپنی پسند پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا!"

"بہرحال آپ کھلے ہوئے الفاظ میں والد صاحب پر اپنا شُبہ ظاہر کر رہے ہیں!" ارشاد کچھ نہیں بولا۔۔۔ وہ خاموشی سے چائے پی رہا تھا اور راضیہ کی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔۔۔ اس نے ابھی تک ایک گھونٹ نہیں پیا تھا۔۔۔

ارشاد خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ اس نے اس کی طرف دھیان نہ دیا۔۔۔

"پھر اب میری یہاں کیا ضرورت ہے!" راضیہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "کیونکہ سانپ کے بچّے سنپولیے کہلاتے ہیں! والد صاحب اگر آپ کو ختم کر کے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس میں میرا بھی حصّہ ہو گا۔۔۔ اور دولت کے متعلّق ابھی آپ ہی اظہار خیال فرما چکے ہیں!"

"تم ہر بات میں میری ماں سے مشابہ ہو!" ارشاد نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ "وہی صورت شکل۔۔۔ وہی اندازِ گفتگو۔۔۔ ویسا ہی مزاج۔۔۔ پھر بتاؤ۔۔۔ مگر تم کیا جانو۔۔۔ یہ بات تمہارے والدین کے علم میں بھی نہیں ہے کوئی نہیں جانتا۔۔۔ سوائے میرے۔۔۔!"

"کونسی بات۔۔۔!"

"لیکن میں تمہیں ضرور بتاؤں گا! مجھے تم پر اب بھی اعتماد ہے!"

راضیہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔

"آؤ۔۔۔ میرے ساتھ!" بوڑھا ارشاد اُٹھتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں!"

وہ اسے عمارت کے ایک حصّے میں لایا، جہاں کے مقفّل کمروں میں کسی کا گزر نہیں ہوتا تھا، خود راضیہ بھی نہیں جانتی تھی کہ ان میں کیا ہے اور وہ مقفّل کیوں رکھے جاتے ہیں۔ ارشاد نے ایک کمرے کا قفل کھول کر دروازے کو

دھکا دیا۔۔۔ کمرے میں تاریکی تھی! دروازہ کھلتے ہی راضیہ نے کچھ اس قسم کی بو محسوس کی جیسے وہ کمرہ سال ہا سال سے تازہ ہوا سے محروم رہا ہو۔۔۔! اسی بو میں چمگادڑوں کے بیٹ کی بدبُو بھی شامل تھی!

تھوڑی دیر بعد جب اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تو اس نے دیکھا کہ کمرے کا فرش گرد سے اَٹا ہوا ہے اور دیواروں پر بھی گرد کی کافی موٹی تہہ موجود ہے! یہاں اسے کسی قسم کا سامان نظر نہیں آیا۔۔۔ البتّہ سامنے ہی دیوار پر ایک بڑا سا فریم آویزاں تھا اور اس کے شیشے پر اتنی گرد جمی ہوئی تھی کہ وہ بالکل تاریک ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔!

پھر اس نے ارشاد کو شیشے کی گرد صاف کرتے دیکھا!۔۔۔ اس فریم میں ایک تصویر تھی!۔۔۔ لیکن اس کمرے میں اسے اپنے باپ نوشاد کی تصویر دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی! آخر وہ اس تیرہ و تار کمرے میں کیوں لگائی گئی!

"یہ کون ہے!" ارشاد نے راضیہ کی طرف مڑ کر پوچھا!

"آخر اس سے آپ کا مقصد کیا ہے!" راضیہ نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ کس کی تصویر ہے!" ارشاد نے پھر پوچھا۔

"اب کیا میں والد صاحب کو بھی نہ پہچانوں گی!" راضیہ نے بے دلی سے کہا!

"خوب غور سے دیکھو۔۔۔!"

"دیکھ رہی ہوں۔۔۔ تو پھر کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ والد صاحب کی تصویر نہیں ہے!"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں!" ارشاد مُسکرا کر بولا۔

"تب پھر مجھے سمجھنا چاہیے کہ آج آپ مجھے چڑانے پر تُل گئے ہیں!"

"نہیں ننھی بچّی!" ارشاد نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ نوشاد نہیں ہے۔۔۔ یہ میرے ایک چچا کی تصویر ہے۔۔۔ اور میرے تینوں لڑکے نوشاد، جواد اور امجد اس سے مشابہت رکھتے ہیں اور تمہارا باپ تو ہو بہو اُسی کی تصویر ہے!"

راضیہ آگے جھک کر بغور تصویر کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر حیرت

کے آثار تھے۔ اگر صاحب تصویر کے جسم پر قدیم وضع کا لباس نہ ہوتا تو وہ اپنے دادا کے بیان پر کبھی یقین نہ کرتی۔۔۔ لیکن اب بھی اسے شُبہ تھا۔ اس کی دانست میں قدیم وضع کا لباس اس زمانے میں مہیّا کرنا دشوار تو نہیں تھا کیونکہ وہ اکثر ڈراموں اور فلموں میں دو تین ہزار سال قبل کے لباس بھی دیکھ چکی تھی۔ وہ چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے ارشاد سے کہا۔

”اگر! میں تسلیم بھی کرلوں، تو پھر۔“

”تو پھر۔۔۔ میں کہوں گا کہ میں اسی مشابہت کی بناء پر اپنے تینوں لڑکوں سے دور ہی دور رہنا پسند کرتا ہوں۔“

راضیہ کا اشتیاق بڑھ گیا! اس نے کہا۔ ”میں کچھ نہیں سمجھی!“

”میں ابھی سمجھاتا ہوں!“ ارشاد نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اس کمرے سے نکل آئے۔ ارشاد نے اسے پھر مقفّل کر دیا۔ پھر ارشاد نے کہا۔ ”تم یہیں ٹھہرو۔ ٹارچ کے بغیر کام نہیں بنے گا۔ میں ٹارچ

لے کر آتا ہوں۔“

وہ راضیہ کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ آج وہ بوڑھا راضیہ کو حد درجہ پُراسرار معلوم ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ارشاد واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ اس نے برابر کے دوسرے کمرے کا قُفل کھولا۔ اس کمرے میں تاریکی گندگی اور بدبُو ہی کا راج تھا۔ لیکن راضیہ کو یہاں کچھ بھی نہیں نظر آیا!

ارشاد اس سے کہہ رہا تھا۔ ”تم ہر معاملے میں بالکل اپنی پر دادی ہی کی طرح ہو۔ مجھے توقع ہے کہ انہیں کی طرح ایک مضبوط کردار کی مالک ہو گی۔“

”کیا اب آپ۔۔۔ کوئی بہت ڈراؤنی چیز سامنے لانا چاہتے ہیں؟“ راضیہ نے پوچھا۔

”ہاں۔ بات کچھ ایسی ہی ہے۔ میں آج تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ راز میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ لیکن تم اسے ہمیشہ راز ہی رکھو گی۔

ہمیشہ۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی پر دادی ہی کی طرح مضبوط کردار رکھتی ہو۔"

"میں نہیں ڈروں گی۔ مجھے بتائیے۔"

"اچھا۔۔۔ ٹھہرو۔" ارشاد نے کمرے کے ایک گوشے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ راضیہ وہیں کھڑی رہی۔ گوشے میں پہنچ کر ارشاد نے فرش کی گرد صاف کی اور پھر راضیہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کسی صندوق کا ڈھکن اٹھایا ہو۔ فرش میں ایک چوکور سی خلا نظر آرہی تھی، جس کا رقبہ ایک مربع فٹ سے زیادہ نہ رہا ہو گا۔

ارشاد نے جھک کر اس خلا میں ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ اور چند لمحے اسی حالت میں رہا پھر راضیہ کی طرف مُڑ کر بولا۔

"آؤ۔۔۔ ڈرو نہیں۔۔۔"

راضیہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی۔ بوڑھے ارشاد کے رویّے

نے اسے سچ مُچ خوفزدہ کر دیا تھا۔

"آؤ۔۔۔ دیکھو! یہ ایک تہہ خانہ ہے۔۔۔"

راضیہ دوزانو بیٹھ کر خلا میں جھانکنے لگی۔ وہ چند لمحوں تک آنکھیں پھاڑتی رہی لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ ٹارچ کی روشنی کافی گہرائی میں کسی ایسی چیز پر پڑ رہی تھی! جو بذاتِ خود غیر واضح تھی۔ لیکن پھر جلد ہی اس کے سارے چہرے پر پسینہ پھوٹ آیا اور حلق خشک ہونے لگا۔ جس چیز پر ٹارچ کی روشنی پڑ رہی تھی وہ کسی آدمی کی ہڈّیوں کا ڈھانچہ تھا۔

"دیکھ چکیں؟" دفعتاً ارشاد نے پوچھا۔ راضیہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی آواز بہت دور سے آئی ہو۔

"جی ہاں!" اس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

"کیا دیکھا۔۔۔؟"

"ہڈ۔۔۔ ہڈیوں۔۔۔ کا ڈھانچہ!" راضیہ تھوک نِگل کر بولی۔ "ٹھیک۔ بس

آؤ۔۔۔" ارشاد اسے ایک طرف ہٹا کر سوراخ کا ڈھکن بند کرتا ہوا بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمرے کے باہر آ گئے۔ ارشاد نے اسے مقفّل کیا اور وہ پھر رہائشی حصّے کی طرف پلٹ آئے۔

راضیہ کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور آنکھوں میں وحشت نظر آنے لگی تھی دونوں کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ بوڑھا ارشاد خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ زرد رنگ کے ڈھیلے ڈھالے لبادے میں اس کا چھوٹا سا جھریایا ہوا چہرہ انتہائی پُراسرار معلوم ہو رہا تھا۔

"میں جو کچھ بھی کہنے جا رہا ہوں، وہ ہمیشہ تمہاری ہی ذات تک محدود رہے گا!" اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں۔۔۔ آپ مطمئن رہئے!" راضیہ کا اشتیاق و اضطراب بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔

"سنو۔۔۔ وہ میرے دادا کی ہڈّیوں کا ڈھانچہ تھا!"

راضیہ کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہ نکلی، وہ حیرت سے بوڑھے ارشاد کو گھور رہی تھی!

"اسی زمیں پر آج سے پینسٹھ سال پیشتر ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہوئی تھی اور وہ آج بھی ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ صرف پچاس روپیوں کی بات تھی۔ میرے خدا۔۔۔ میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں!"

"جلدی سے کہہ ڈالیے۔۔۔ مجھے اختلاج ہونے لگا ہے!" راضیہ نے کہا۔

بوڑھا چند لمحے خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "ابھی تم جس کی تصویر دیکھ چکی ہو۔۔۔ اس نے میرے دادا۔۔۔ یعنی اپنے باپ کو صرف پچاس روپیوں کے لیے قتل کیا تھا۔۔۔ اور وہ لاش آج تک بے گور و کفن پڑی ہے۔۔۔ بے گور و کفن۔۔۔ خدا مجھے اور سب کو معاف کرے۔۔۔ مجھ میں اتنی ہمّت نہیں ہے کہ ان ہڈّیوں کو وہاں سے نکال کر دفن کر سکوں۔۔۔ میرے باپ نے بھی ہمّت ہار دی تھی۔" بوڑھا ارشاد خاموش ہو گیا۔

”لیکن وہ ہڈّیاں بے گور و کفن کیوں ہیں؟“ راضیہ نے مُضطربانہ انداز میں کہا۔ ”مجھے پورا واقعہ بتایئے۔“

”چچا کو پچاس روپوں کی ضرورت تھی۔۔۔ وہ اچھا آدمی نہیں تھا۔ کسی برے کام میں صرف کرنے کے لیے اسے روپیوں کی ضرورت تھی۔ وہ شراب کے نشے میں تھا۔۔۔ دادا صاحب نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اسے برا بھلا بھی کہا۔ وہیں دیوار پر ایک تیر آویزاں تھا۔ چچا نے غصّہ میں آ کر وہیں اُسی تیر سے حملہ کر دیا۔ پے در پے تین چار وار کئے اور وہ وہیں ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر وہ کمینہ فرار ہو گیا اور اس دِن سے آج تک اس کی خبر ہی نہیں ملی۔ والد صاحب اور میرے سب سے چھوٹے چچا گھر ہی میں موجود تھے۔ جتنی دیر میں وہ وہاں پہنچتے سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ گھر میں اس وقت صرف تین آدمی تھے۔ میری ماں، والد صاحب اور چھوٹے چچا۔ میں موجود نہیں تھا۔ تم یقین جانو چالیس سال کی عمر تک مجھے یہ واقعہ نہیں معلوم ہو سکا۔ وجہ یہ ہوئی کہ دادا صاحب انہیں ایّام میں حج کے لیے جانے والے تھے۔ جب میں گھر آیا تو

مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ حج کے لیے چلے گئے! سب یہی جانتے تھے کہ وہ حج کے لیے گئے۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ والد صاحب اور چھوٹے چچا نے مل کر ان کی لاش تہہ خانے میں ڈال دی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ خاندان بدنام ہو کیونکہ ہمارا خاندان صدیوں سے ذی عزّت سمجھا جاتا رہا تھا۔ بہرحال کچھ دِنوں بعد دادا صاحب کے لیے یہ مشہور کر دیا گیا کہ وہ بیت اللہ شریف میں فوت ہو گئے۔ رہ گیا گُمشدہ چچا کا معاملہ تو اس کی طرف کسی نے دھیان بھی نہ دیا کیونکہ وہ ایک اوباش آدمی تھا، ویسے بھی مہینوں گھر میں اس کی شکل نہیں دکھائی دیتی تھی۔"

"لیکن۔۔۔!" راضیہ نے تھوک نگل کر کہا۔ "لاش یونہی کیوں پڑی رہ گئی۔"

"اوہ۔۔۔ پھر کسی کی ہمّت ہی نہیں پڑی کہ وہ اس تہہ خانے میں اُترتا۔ والد صاحب نے مجھے اُس کے متعلّق اس وقت بتایا جب میں چالیس برس کا تھا، یعنی آج سے چالیس سال پہلے۔ لیکن میں تمہیں کیا بتاؤں۔ مجھ میں بھی اتنی ہمّت نہیں ہے کہ تہہ خانے میں اُتر کر ان ہڈّیوں ہی کو سپردِ خاک کر دوں!"

کچھ دیر کے لیے کمرے پر خاموشی مسلط ہو گئی۔

پھر بوڑھا بولا۔ ”جب تک یہ واقعہ مجھے معلوم نہیں ہوا تھا۔۔۔ میں اپنے بچّوں پر جان دیتا تھا۔ لیکن جب یہ واقعہ معلوم ہوا، مجھے ان تینوں سے وحشت ہونے لگی! والد صاحب کی زندگی تک وہ میرے ساتھ رہے پھر میں نے انہیں الگ کر دیا۔“

”آخر ان کا کیا قصور تھا۔“ راضیہ نے پوچھا۔

”چچا۔۔۔ سے مشابہت کی بنا پر مجھے ان سے وحشت ہوتی ہے۔ تمہارا باپ تو خاص طور سے۔۔۔“

”تو کیا آپ سمجھتے ہیں وہ بھی اس مشابہت کی بنا آپ سے وہی برتاؤ کریں گے!“

”میں جانتا ہوں کہ یہ ایک لغو خیال ہے مگر میں کیا کروں۔ اور اب وہ مجھے اور زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔ آخر وہ سانپ تمہارے وینٹی بیگ میں کہاں سے آیا

تھا مجھے بتاؤ۔۔۔"

راضیہ کچھ نہ بولی۔ اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے وہ یہی سوچ سکتی تھی کہ سانپ کسی نے گھر ہی میں رکھا ہو گا۔ لیکن اسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ گھر سے روانہ ہو کر کوبرا مینشن جانے سے پہلے ایک ریستوران میں گئی تھی اور وہاں اس نے پف کرنے کے لیے وینٹی بیگ بھی کھولا تھا۔ پھر کیا کوبرا مینشن میں کسی نے یہ حرکت کی تھی؟ مگر وہاں تو وینٹی بیگ اس کے ہاتھ ہی میں رہا تھا۔۔۔ ممکن ہے کسی نے اس کے باوجود بھی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہو۔ مگر وہ اس کا باپ یا کوئی چچا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔

"کیا سوچنے لگیں۔" ارشاد نے پوچھا۔

"اسی سانپ کے متعلّق۔"

"مت سوچو۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت تمہاری نہیں ہو سکتی۔"

”مگر دادا جان! میں اپنے باپ یا کسی چچا پر بھی شبہ نہیں کر سکتی!“

”ختم کرو، ان باتوں کو!“ بوڑھا ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”میں اپنی موت سے پہلے نہیں مر سکتا!“

”اگر یہی خیال ہے۔۔۔ تو پھر آپ نے ان لوگوں کو الگ کیوں کر دیا ہے!“

”تمہاری منطق اور بحث مجھے تنگ کر ڈالتی ہے۔ میں نے الگ کر دیا۔۔۔ میری مرضی میرا جو دل چاہے گا۔ کروں گا۔“

”بہر حال میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔“

”کیا!“ بوڑھا۔ آنکھیں نکال کر بولا۔ ”تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتیں! میں اپنی اولاد میں تمہیں سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تم نہیں جا سکتیں۔“

راضیہ خاموش بیٹھی رہی! لیکن اس کے چہرے پر بیزاری کے آثار تھے۔

(۲)

کیپٹن فیاض نے جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا عمران اپنا سر پیٹنے لگا۔ فیاض نے اس کی پرواہ نہ کی۔ آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دانت پیس کر بولا۔ ”تم خواہ مخواہ ایک نہ ایک شوشہ چھوڑ کر ہمیشہ الگ ہو جاتے ہو!“

”شوشہ خود بخود چھوٹتا ہے پیارے فیاض!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”غالباً تم تیمور اینڈ بار ٹلے والی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ آج میری عقل میں سخت درد ہے اس لیے میں کوئی جسمانی محنت نہیں کر سکتا!“

”میرا موڈ بہت خراب ہے۔ اگر تم نے اوٹ پٹانگ باتیں شروع کیں تو مار

بیٹھوں گا!"

"میں آج کل طلِسم ہوش رُبا کی آٹھویں جلد لکھ رہا ہوں۔۔۔ بیٹھو۔۔۔ بیٹھو۔۔میں تمہیں چند ٹکڑے کھلاؤں۔۔۔ ارر۔۔۔سناؤں گا۔۔۔"

"عمران۔۔۔!"

"یس مائی ڈیئر سوپر فیاض۔۔۔ یہ ٹکڑا بڑے غضب کا ہے۔۔۔ آنا ہُد ہُد مر صع پوش کا طرف کوہ چقماق کے اور۔۔۔ یہاں دو کنہ داستان۔۔۔ ولد ساقی نامہ۔۔۔ ماصل باقی نویس ارے باپ رے۔۔۔!" فیاض نے اُٹھ کر اس کا منہ دبا دیا۔۔۔

"تم خواہ مخواہ مجھ سے نہ اُلجھو ورنہ۔۔۔!" فیاض بڑبڑایا۔

"ورنہ کیا ہو گا؟" عمران نے اپنے منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا!

"میں تمہیں کسی مصیبت میں پھنسا دوں گا۔۔۔ تم نے نیلے پرندوں والے معاملے میں ایک بہت بڑا جعل کیا تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔!"

"تم نے ہوم سیکرٹری کا جو سرٹیفکیٹ دکھایا تھا جعلی تھا!"

"آج سمجھے ہو یہ بات!" عمران نے قہقہہ لگایا۔ "مگر پیارے کپتان صاحب! تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔"

"چلو چھوڑو! میں کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔۔۔"

"اس طرح تم خود اپنے اوپر ایک احسانِ عظیم کرو گے!" عمران نے آہستہ سے کہا!

"آخر تم تیمور اینڈ بارٹلے کے متعلّق صاف صاف کیوں نہیں بتاتے۔۔۔"

"صاف صاف۔۔۔! یہ اسی وقت بتا سکوں گا جب مجھے صاف صاف معلوم ہو جائے۔۔۔ ویسے وہ لوگ کوئی غیر قانونی حرکت ضرور کر رہے ہیں!"

"نوعیت ہی بتادو!"

"یہاں سے دو کنہ داستان حیرت نشان فیاض خچر سوار کے بیان کئے جاتے ہیں

کہ پہلوان زبردست تھا۔۔۔ مار کھانا اس کا ہاتھ سے عمران صاحب قران عالیشان کے۔۔۔ اور رونا سر پیٹ پیٹ کر۔۔۔ ہپ!"

"تم گدھے ہو۔۔۔" فیاض جھنجھلا گیا۔

"یہ بات تم نے پہلے کہہ دی ہوتی تو اتنا سر نہ مارنا پڑتا!"

"پرسوں۔۔۔ تیمور اینڈ بارٹلے کے شوروم میں تم بھی تھے۔۔۔ تم نے دو یا تین منٹ تک وہاں ارشاد کی پوتی راضیہ سے گفتگو بھی کی تھی۔۔۔ کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔۔۔ راضیہ تمہاری بہن ثریّا کی دوست ہے!"

"ہاں ہاں! تو پھر؟"

"تمہیں اس کا اعتراف ہے کہ وہ تمہیں وہاں ملی تھی!"

"قطعی ہے۔۔۔!" عمران نے کہا اور جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا!

"تب پھر تمہیں میرے چند سوالات کا جواب دینا پڑے گا!"

"سوالات لکھ کر لاؤ۔۔۔ پرچہ ڈھائی گھنٹے سے کم نہ ہونا چاہیے۔۔۔ سات میں

پانچ سوال ضروری ہوں۔۔۔ فارغ خطی۔۔۔ ار۔۔۔ کیا کہتے ہیں۔۔۔ اسے خوش قسمتی۔۔۔ ار۔۔۔ نہیں۔۔۔ کیا کہتے ہیں۔۔۔ خوشخطی۔۔۔ خوشخطی۔۔۔کے نمبر الگ!"

"جب تم اس سے ملے تھے تو اس کا وینٹی بیگ اس کے ہاتھ میں تھا یا نہیں!"

"نہیں وینٹی بیگ تو نہیں تھا! البتّٰہ اس نے اپنے گلے میں متعدد جھولیاں لٹکا رکھی تھیں!"

"عمران میں تم سے سنجیدگی اختیار کرنے کی استدعا کروں گا!"

"کیا فائدہ!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر میں سنجیدہ ہو گیا تو تم کمرے کے باہر نظر آؤ گے۔۔۔ یا پھر اس قابل نہ رہ سکو گے کہ نظر آسکو۔۔۔!"

"میرے سوال کا جواب دو!" فیاض دانت پیس کر بولا۔

"چچ چچ!" عمران نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔ "اسی قسم کی بد احتیاطیوں کی بنا پر دانت کمزور ہو جاتے ہیں! آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں اُڑتی

ہیں۔ سر چکراتا ہے۔۔۔ اور عقل کام نہیں کرتی کہ کس دواخانہ سے رجوع کیا جائے تاکہ ایمان دھرم سے کہہ دینے پر آدھی قیمت واپس مل جائے۔۔۔!"

"اچھا تم بھگتو گے!" فیاض اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"بھگتنے ہی کے ڈر سے میں نے ابھی تک شادی نہیں کی!"

"اس کے وینٹی بیگ میں سانپ تھا!" فیاض نے دروازے میں رُک کر عمران کی طرف مُڑتے ہوئے کہا۔

"بڑی کم ہمّت لڑکی معلوم ہوتی ہے!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"اگر میں لڑکی ہوتا تو میرے وینٹی بیگ سے کم از کم ایک ہاتھی ضرور بر آمد ہوتا۔۔۔ الاماشاء اللہ۔۔۔"

"عمران میں تمہیں آفس میں طلب کرکے تمہیں ان سوالات کے جواب پر مجبور کروں گا!"

”جب تک تم مجھے پوری بات نہیں بتاؤ گے مجھ سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکو گے!“

فیاض پھر پلٹ کر آیا۔۔۔چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔۔۔پھر بولا۔۔۔

”ارشاد سے واقف ہو؟“

”ہاں مشاعروں میں اکثر مکرّر ارشاد سُننے کا اتّفاق ہوا ہے!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”میں شہر کے مشہور کروڑپتی ارشاد کی بات کر رہا ہوں!“فیاض جھلّا گیا!

”تو ایسے بولو نا۔۔۔ہاں میں نے اس کا نام سُنا ہے۔۔۔اور اس کی پوتی راضیہ سے اچھی طرح واقف ہوں کیونکہ وہ ثریّا کی دوست ہے!“

”پرسوں اس کی وینٹی بیگ سے ایک سانپ برآمد ہوا تھا۔۔۔وینٹی بیگ ارشاد نے کھولا تھا۔۔۔راضیہ سانپ کے وجود سے لاعلمی کا اظہار کرتی رہی۔۔۔اور یہ خود راضیہ ہی کا بیان ہے کہ بوڑھا اکثر اس کا وینٹی بیگ کھول کر اس میں

رکھی ہوئی چیزیں اُلٹ پلٹ ڈالا کرتا تھا!"

"بہت اچھی عادت ہے۔۔۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "آج کل کی لڑکیاں نہ جانے کیا الا بلا وینٹی بیگوں میں لیے پھرتی ہیں!"

"ارشاد کا خیال تھا کہ یہ حرکت اسے مار ڈالنے کے لیے کی گئی تھی! کس نے کی تھی، یہ اب تک نہیں معلوم ہو سکا!"

"کمال ہے یار فیاض۔۔۔ کہیں تمہیں گھاس تو نہیں کھا گئی! ابھی تم کہہ رہے تھے کہ سانپ راضیہ کے وینٹی بیگ سے برآمد ہوا تھا!"

"وہ نہیں جانتی کہ سانپ اس کے وینٹی بیگ سے کیسے پہنچا تھا!"

"پھر میں کیا کروں۔۔۔!" عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "میرا دماغ کیوں چاٹ رہے ہو!"

"وہ تیمور اینڈ بارٹلے کے شوروم میں سانپ دیکھنے گئی تھی۔۔۔ لیکن تم وہاں موجود تھے! تمہارا وہاں کیا کام تھا۔۔۔"

”میں وہاں جھک مار رہا تھا۔۔۔ تم سے مطلب۔۔۔“

”تم ابھی پورے حالات سے آگاہ نہیں ہو!“ فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ”ورنہ اس طرح نہ چہکتے!“

”تو چہکنا بند کر دونا۔۔۔ میرا۔۔۔“ عمران لاپروائی سے بولا۔

”پرسوں رات راضیہ اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔۔۔ وہ ارشاد منزل ہی میں رات بسر کرتی ہے۔۔۔ اس کے علاوہ ارشاد کے اعزہ میں سے اور کوئی ارشاد منزل میں نہیں داخل ہو سکتا۔۔۔ بہر حال وہ وہیں رہتی ہے۔ اس کی اور ارشاد کی خواب گاہ کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔۔۔ راضیہ سو رہی تھی۔۔۔ اچانک کسی قسم کی تیز آواز نے اسے جگا دیا۔۔۔ اور پھر دوسری چیخ اس نے بیدار ہو جانے پر سنی۔۔۔ وہ بلاشبہ ارشاد کی چیخ تھی! تقریباً پانچ چھ منٹ تک وہ مسہری پر بے حس و حرکت پڑی رہی! ارشاد کے کمرے سے اب کچھ اس قسم کی آوازیں آرہی تھیں جیسے کئی آدمی لڑ پڑے ہوں۔۔۔ تھوڑی دیر بعد بالکل سنّاٹا ہو گیا۔۔۔“

"خدا کا شکر ہے!" عمران آہستہ سے بڑبڑایا! فیاض کی پیشانی پر سلوٹیں ابھریں لیکن وہ عمران سے الجھے بغیر بولتا رہا۔ "راضیہ اُٹھ کر سیدھی نوکروں کے کوارٹر میں گئی۔۔۔ اور انہیں جگا کر اپنے ساتھ ارشاد کی خواب گاہ تک لائی جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔۔۔ لیکن خواب گاہ خالی تھی! ارشاد کے بستر پر بہت سا خون تھا! پلنگ کے نیچے ایک خنجر ملا۔۔۔ وہ بھی خون آلود تھا! سرہانے کی چھوٹی میز الٹی پڑی تھی۔ دو کرسیاں اُلٹ گئی تھیں۔۔۔ غرضیکہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہاں کافی دیر تک کشمکش ہوئی ہے۔۔۔ مگر۔۔۔ ارشاد کا کہیں پتہ نہ تھا۔۔۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ غور سے فیاض کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔

"ارشاد۔۔۔ اب بھی لاپتہ ہے۔۔۔ راضیہ نے بہت کچھ بتایا ہے۔۔۔ حالانکہ خود اپنا وجود بھی شبہے سے بالاتر نہیں رکھا۔۔۔"

"اس نے کیا بتایا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

”یہی کہ ارشاد اپنے تینوں لڑکوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔۔۔یہی وجہ ان کی علیحدگی کی بھی تھی۔۔۔راضیہ کے علاوہ اور کوئی ارشاد منزل میں نہیں جا سکتا تھا!“

”اس لڑکی پر اسے بہت اعتماد تھا!“

”ہاں! اس کا بیان یہی ہے۔۔۔!“

”تمہارا کیا خیال ہے۔“

”میں ابھی تک کوئی رائے قائم نہیں کر سکا!“

”جس دِن تم رائے قائم کرنے کے قابل ہوئے اس دِن تمہاری بیوی بالغ ہو جائے گی!“

”عمران۔۔۔! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم وہاں کیا کر رہے تھے۔۔۔“

”کہاں! مائی ڈیئر فیاض۔۔۔“ عمران یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ چند لمحے فیاض کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ”تم مجھ پر کس بات کا شُبہ کر رہے ہو؟“

”میں فی الحال تم پر کسی قسم کا شُبہ نہیں کر رہا۔۔۔ صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم وہاں کیا کر رہے تھے۔“

”وہاں قریب قریب ڈیڑھ سو آدمی تھے۔۔۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں ان سے مشورہ کرنے کے بعد تمہارے اس سوال کا جواب دوں گا۔“

فیاض کو پھر غصّہ آ گیا۔ اس نے غرّا کر کہا۔

”تم سمجھتے ہو شاید میں اس کیس میں تمہاری مدد چاہتا ہوں!“

”نہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم دوسروں کا وقت برباد کرنے کے اسپیشلسٹ ہو۔“

”تم جھک مار رہے ہو!“ فیاض کرسی سے اُٹھتا ہوا بولا۔ ”راضیہ کے وینٹی بیگ سے بر آمد ہونے والے سانپ کی وجہ سے میں نے تم سے ملنا مناسب سمجھا! کیونکہ تم نے ایک بار تیمور اینڈ بارٹلے والوں کی غیر قانونی حرکت کا تذکرہ کیا تھا۔۔۔ راضیہ کہتی ہے کہ شوروم میں جانے سے پہلے سانپ وینٹی بیگ میں

نہیں تھا!“

”کہتی ہو گی۔۔۔ مت بور کرو۔۔۔ جاؤ اپنا کام دیکھو۔۔۔ میں آج کل بہت مشغول ہوں اس وقت میرے پاس طلاق کے بارہ کیس ہیں۔ ہر کیس میں کم از کم ایک ہزار ملنے کی توقع ہے۔۔۔“

(۳)

تیمور اینڈ بارٹلے کا جنرل منیجر تیمور اپنے شاندار مکان کی شاندار اسٹڈی میں بیٹھا اپنی فرم کے دو شکاریوں سے ہم کلام تھا! تیمور دراصل اس فرم کا حصّہ دار تھا۔ دوسرا حصّہ دار بارٹلے تھا جو انگریز تھا اور زیادہ تر سمندر پار ہی رہ کر بیرونی تجارت کی دیکھ بھال کرتا تھا!

تیمور ایک دراز قد اور قوی ہیکل آدمی تھا! عمر پچاس کے لگ بھگ رہی ہو گی! چہرہ اب بھی پُرکشش تھا!

"تم دونوں!" وہ شکاریوں سے کہہ رہا تھا۔ "بعض اوقات بہت آگے بڑھ

جاتے ہو! میں اسے پسند نہیں کرتا۔۔۔!"

شکاریوں میں سے ایک جو، جوان العمر اور مضبوط ہاتھ پیر والا تھا بولا۔ "آگے بڑھے بغیر اگر کام چل سکے تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔۔۔!"

"نہیں۔۔۔ اب تم اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرو گے!" تیمور کے لہجے میں سختی تھی۔

"آپ اپنا لہجہ درست کیجئے مسٹر تیمور۔۔۔!" جوان العمر شکاری نے کہا۔

"کیا۔۔۔؟" تیمور اس طرح چونکا جیسے اس کے سر پر بم پھٹا ہو۔۔۔ چند لمحے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آتے رہے پھر وہ یک بیک سُرخ ہو گیا۔۔۔! "تم مجھ سے اس انداز میں گفتگو کی جرأت کر رہے ہو!" وہ غرّایا۔

"ہاں مسٹر تیمور!" جوان العمر شکاری مُسکرا کر بولا۔ "میں بہت باحوصلہ آدمی ہوں اور میں زندگی بھر اسی کمتر حیثیت میں نہیں رہوں گا۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ دس پانچ سال بعد فرم کا نام ہی بدل جائے۔۔۔ لوگ اسے طارق تیمور اینڈ

بارٹلے کے نام سے یاد کرنے لگیں۔۔۔ پہلے تو صرف بارٹلے کی فرم تھی۔۔۔ مسٹر تیمور اس کے ایک معمولی ملازم تھے! پھر ایک دِن اچانک وہ فرم کے حصّہ دار ہو گئے۔۔۔ میں۔۔۔ طارق۔۔۔ آج ایک معمولی شکاری ہوں۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ کل۔۔۔!"

"شٹ اَپ!" تیمور حلق کے بل چیخا۔

"مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا مسٹر تیمور۔۔۔!" طارق بدستور مُسکراتا ہوا بولا۔

"طارق بے تکی باتیں مت کرو!" اس کے ساتھی شکاری نے دبی زبان سے کہا۔

"تم خاموش رہو ناصر۔۔۔!" طارق نے اس سے کہا!

"میں تمہیں اسی وقت اپنی ملازمت سے برطرف کر رہا ہوں اور اب تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔!" تیمور نے سخت لہجے میں کہا۔

تیمور اسے پھر گھورنے لگا!

"اس کا کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔!" اس نے پوچھا۔

"ایکس فائیو تھری نائین!" طارق آہستہ سے بولا۔ لیکن وہ براہِ راست تیمور کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں عجیب قسم کی وحشیانہ چمک تھی۔ دفعتاً تیمور کا چہرہ تاریک ہو گیا اور دوسرے شکاری ناصر نے بھی یہ تبدیلی محسوس کرلی۔

"بس مسٹر تیمور ہماری آج کی گفتگو ختم ہو گئی!" طارق اُٹھتا ہوا بولا۔

"آؤ ناصر!" ناصر چُپ چاپ اُٹھ گیا اور وہ دونوں تیمور کی اسٹڈی سے باہر آ گئے۔ پورچ میں ایک موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ طارق نے اس کی سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔۔۔ ناصر کیریئر پر بیٹھ چکا تھا۔ موٹر سائیکل فرّاٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے نکل آئی تھی۔

"طارق یہ کیا قصّہ تھا؟" ناصر نے پوچھا۔

طارق ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔ ”اگر اس قسم کے قصّے ہر ایک کی سمجھ میں آنے لگیں تو ہر ایک تیمور اینڈ بار ٹلے کا حصّہ دار ہو جائے! میں اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہوں دوست۔۔۔!“

”مگر یار اس وقت تو تم نے کمال ہی کر دیا۔۔۔ مگر وہ نمبر کیا تھا جسے سنتے ہی وہ بد حواس ہو گیا تھا!“

”سنو ناصر! ہم دونوں گہرے دوست ہیں۔۔۔“ طارق نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ ناصر منتظر تھا کہ وہ کچھ اور بھی کہے گا۔۔۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

”میں اس جملے کا مطلب نہیں سمجھا!“ ناصر نے کہا۔

”اس کا مطلب پھر سمجھاؤں گا۔۔۔ فی الحال ایک کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔۔۔ اس میں یقیناً تیمور کے آدمی ہوں گے۔۔۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ انہیں ایک اچھا سبق دوں!“ ناصر نے مُڑ کر دیکھا۔۔۔ حقیقتاً اس کار کے علاوہ سڑک پر دور تک کوئی کار نظر نہیں آ رہی تھی۔

”وہم ہے تمہارا۔۔۔؟“ ناصر بڑبڑایا۔

”وہم نہیں بلکہ توقع۔۔۔“ طارق نے کہا۔ ”اس گفتگو کے بعد تیمور مجھے زندہ دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔۔۔ خیر دیکھو۔۔۔ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔۔۔!“

دفعتاً طارق نے موٹر سائیکل ایک گلی میں موڑ دی۔۔۔ دوسری کار بھی اسی گلی میں مڑ گئی۔

”کیوں اب کیا خیال ہے!“ طارق نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔

”ٹھیک ہے!“ ناصر بڑبڑایا۔

”کیا میں تمہیں کہیں اُتار دوں؟“ طارق نے پوچھا! ”وہ لوگ ہمیں رس ملائی نہیں کھلائیں گے!“

”کیا تم مجھے بُزدل سمجھتے ہو؟“ ناصر نے کہا۔

”نہیں پیارے! مطلب یہ تھا کہ تمہیں خطرے سے آگاہ کر دوں۔۔۔ مگر ہمیں یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ یہ کتنے آدمی ہیں۔“

ناصر کچھ نہ بولا۔ طارق موٹر سائیکل کو گلی سے نکال کر دوسری سڑک پر لایا۔۔۔ پھر کیفے گرانڈ کے سامنے اسے روک کر مشین بند کر دی۔۔۔ دوسری کار بھی تھوڑے ہی فاصلے پر رُک گئی تھی۔۔۔

دونوں اُتر کر کیفے گرانڈ میں داخل ہوئے۔۔۔ اس کا ہال چھوٹا ہی تھا۔۔۔ اور اوپر چاروں طرف گیلری بنی ہوئی تھی۔۔۔ اس طرح چھوٹی سی جگہ میں زیادہ سے زیادہ نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ طارق نیچے بیٹھنے کے بجائے اوپر جانے کے لیے زینے طے کرنے لگا۔۔۔ ناصر نے دیکھا کہ چار آدمی کیفے میں داخل ہوئے۔۔۔ اور وہ کنکھیوں سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔ جب تک کہ طارق اور ناصر اوپر جا کر بیٹھ نہیں گئے وہ لوگ بھی کھڑے ہی رہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ چاروں طرف نظر دوڑا کر اپنے لیے کوئی جگہ منتخب کر رہے ہوں۔ طارق اور ناصر گیلری کی جالیوں سے لگ کر اس طرح بیٹھے کہ نیچے سے کم از کم ان کے سر بخوبی دکھائی دے سکیں۔۔۔ وہ چاروں بھی بیٹھ چکے تھے۔۔۔ لیکن انہوں نے بھی ایسی جگہ

منتخب کی تھی جہاں سے وہ بہ آسانی اُن پر نظر رکھ سکتے تھے۔

طارق آہستہ آہستہ پردہ کھسکا کر اپنے چہرے کے قریب لا رہا تھا۔۔۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کا چہرہ۔۔۔ پردے کے پیچھے ہو گیا۔۔۔ لیکن ناصر اب بھی نیچے والوں کو دکھائی دے رہا تھا۔

"ناصر۔" طارق نے اسے آہستہ آہستہ سے مخاطب کیا۔ "زیادہ نہیں! صرف بیس منٹ تک انہیں یہاں روکے رکھو۔۔۔ اس کے بعد پھر تمہیں ایسا تماشا دکھاؤں گا کہ تم دنگ رہ جاؤ گے۔۔۔!"

"کس طرح روکوں! میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا!"

"تم بس اس طرح بیٹھے رہو۔۔۔ میں صرف بیس منٹ کے لیے باہر جا رہا ہوں۔۔۔ یہ دروازہ دیکھ رہے ہو۔ اس کے زینے باورچی خانے میں جا کر ختم ہوتے ہیں۔ میں اُدھر ہی جاؤں گا۔۔۔ لیکن نیچے والوں کو یہی معلوم ہونا چاہیے کہ میں یہاں موجود ہوں۔۔۔ تم کبھی کبھی اِس طرح اِدھر دیکھتے رہنا

جیسے مُجھ سے مخاطب ہو!"

"تم کہاں جارہے ہو!"

"بس واپس آکر بتاؤں گا۔۔۔"

طارق۔۔۔ گیلری کے زینوں سے دوسری طرف اُتر گیا۔ ناصر بدستور وہیں بیٹھا رہا۔۔۔ طارق کے جانے کے بعد چائے بھی آگئی۔۔۔ اس وقت ناصر بڑی شاندار ایکٹنگ کر رہا تھا۔۔۔ وہ طارق سے عمر میں بڑا تھا لیکن قوّت میں اس کا لوہا مانتا تھا۔۔۔ اس نے اس انداز میں چائے انڈیلی جیسے وہ ساتھ ہی ساتھ اپنے مخاطب سے گفتگو بھی کرتا جارہا ہو۔ ویسے اس کی نظر چائے کی پیالی ہی کی طرف ہو۔۔۔ پھر اس نے نیچے بیٹھے ہوئے آدمیوں پر ایک اُچٹتی سی نظر ڈالی۔۔۔ وہ چاروں ابھی تک ہال میں موجود تھے۔ بیس منٹ گزر گئے لیکن طارق واپس نہیں آیا۔۔۔ اس کی واپسی ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ہوئی اور وہ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے اسے بہت دوڑنا پڑا ہو۔

"کیا کر آئے۔۔۔!" ناصر نے مُسکرا کر پوچھا۔

"بس ابھی دیکھ لینا!۔۔۔ اور اب اٹھو۔۔۔!"

وہ زینے طے کر کے نیچے ہال میں آئے۔۔۔ لیکن ان کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ تعاقب کرنے والوں سے لاعلم ہوں۔۔۔ باہر آکر طارق نے پھر موٹر سائیکل سنبھالی۔۔۔ ناصر کیریئر پر بیٹھ گیا اور موٹر سائیکل چل پڑی۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ تک وہ مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ پھر طارق نے ناصر سے کہا۔

"ذرا گھڑی تو دیکھو کیا وقت ہوا ہے!"

"ساڑھے چھ!" ناصر نے جواب دیا! "کار اب بھی ہمارے تعاقب میں ہے۔"

"آخر اس کا مقصد کیا ہے؟" ناصر نے پوچھا۔

"انہیں معلوم ہے کہ آج کل شکار ہو رہا ہے اور ہم یہاں سے سیدھے کیمپ کی طرف جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے ہمیں ایک سنسان سڑک سے

گزرنا ہو گا!"

"میرے خدا۔۔۔!" ناصر گڑبڑا کر بولا۔ "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں مار ڈالنے کی فکر میں ہیں!"

"یقیناً!" طارق نے قہقہہ لگایا۔ "ورنہ ہم دو خوبصورت تتلیاں تو نہیں کہ وہ ہمارے گھروں کا پتہ لگانے کے لیے ہمارا تعاقب کر رہے ہیں!"

"اور ہم کیمپ ہی کی طرف جائیں گے!" ناصر نے سوال کیا۔

"یقیناً۔۔۔ ہم وہیں جائیں گے اور اُسی سڑک سے گزریں گے جس سے روزانہ گزرتے ہیں!"

"تب تم پاگل ہو گئے ہو!"

"پرواہ نہ کرو۔۔۔ صرف تین منٹ بعد تم بھی پاگل ہو جاؤ گے! یقین نہ آئے تو گھڑی کی طرف دیکھتے رہو۔۔۔ اور تمہارے پاگل ہو جانے کی خبر سُن کر تیمور پاگل کتّوں کی طرح بھونکنے لگے گا۔"

ناصر کچھ نہ بولا۔ وہ اب اس فکر میں تھا کہ کسی بہانے فی الحال طارق سے پیچھا چھڑا لے۔۔۔ لیکن ایسے مواقع پر عموماً بہانہ پیدا کرنے کا کوئی پہلو ہی نہیں نکلتا۔۔۔ ناصر کا ذہن اُسی میں اُلجھ کر رہ گیا۔ موٹر سائیکل کی رفتار بتدریج تیز ہوتی جا رہی تھی اور اب وہ کیمپ ہی کی طرف جانے والی سڑک پر مُڑ چکی تھی۔ ناصر کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے مُڑ کر دیکھا۔ کار بھی اسی سڑک پر مُڑی تھی۔ لیکن سڑک کا یہ حصّہ سنسان نہیں تھا، کیونکہ ابھی شہری آبادی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا۔

"طارق۔۔۔ سچ۔۔۔ مچ۔۔۔!" ناصر ہکلایا۔۔۔ لیکن اسے اپنی ہکلاہٹ جاری رکھنے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ دفعتاً ایک بلند آواز کے دھماکے نے اس کے اعصاب کو ساکت کر دیا۔ چونک پڑنے کی بھی سکت اس میں نہ رہ گئی۔ پھر اس نے بیک وقت کئی چیخیں سُنیں۔ مُڑ کر دیکھا تو اسے تھوڑے ہی فاصلے پر آگ کی لپک دکھائی دی۔ طارق بے تحاشا ہنس رہا تھا۔۔۔ اور موٹر سائیکل بھاگی جا رہی تھی۔۔۔

”اب یہ کل کے اخبار میں دیکھنا کہ کتنے مرے اور کتنے زخمی ہوئے!“ طارق نے کہا۔

”یہ۔۔۔ کک۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔!“ ناصر پھر ہکلایا۔

”ٹائم بم۔۔۔“

”اسی کار میں۔۔۔!“

”ہاں میں آدھے گھنٹے تک جھک نہیں مار تا رہا تھا۔۔۔!“

”مگر۔۔۔ اف۔۔۔ فوہ۔۔۔! تم نے یہ کیا کیا طارق۔۔۔!“

”میں شکاری ہوں ناصر۔۔۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ مگر ان شکاروں کی کھال تیمور کے کسی کام نہ آ سکے گی!“

”تم نے انہیں مار ڈالا۔۔۔“

”ہاں میرے دوست!“ طارق نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ ”سانپوں کو پھن اٹھانے کی مہلت ہی نہ دینی چاہیے! یہی ہمارا سب سے پہلا سبق ہے!“

ناصر سنّاٹے میں آ گیا۔ اس کے سارے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ پھوٹ رہا تھا۔

"کیا تم ڈر رہے ہو؟" طارق نے پھر قہقہہ لگایا۔ ناصر کچھ نہ بولا۔ اس کا دماغ کھوپڑی سے نکل کر گویا ہوا میں تیرنے لگا تھا۔ اس دھماکے کا اثر اب بھی اس کے اعصاب پر باقی تھا اور پھر طارق کی باتیں بھی اس دھماکے سے کیا کم تھیں۔

(۴)

آج فیاض کو پھر عمران کی تلاش تھی لیکن وہ اپنے فلیٹ میں نہیں ملا۔ بہر حال اس تک پہنچنے کے لیے فیاض کو اچھی خاصی سُراغ رسانی کرنی پڑی۔۔۔ وہ اسے شہر کے ایک گھٹیا سے شراب خانے میں ملا۔ لیکن فیاض یہ نہ معلوم کر سکا کہ عمران وہاں کیا کر رہا تھا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اس وقت اسے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی تھی کہ عمران وہاں کیوں آیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے موقع پر اسے کھوج پڑ گئی ہوتی۔۔۔ لیکن آج تو خود اس کے ہی ذہن میں انتہائی حیرت انگیز واقعات کے تصوّرات اُبل رہے

تھے۔۔۔ عمران فیاض کو سڑک ہی پر دیکھ کر شراب خانے سے اُٹھ گیا تھا لیکن اس وقت اسے فیاض کی آمد گراں ضرور گزری تھی۔

عمران نے سڑک پر آ کر فیاض کو اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ جائے لیکن فیاض اشارہ نہ سمجھ کر اسی کی طرف بڑھتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عمران دوسری طرف مُڑ کر بڑی تیزی سے چلتا ہوا ایک گلی میں گھُس گیا۔۔۔ بہرحال بات اسی وقت فیاض کی سمجھ میں آئی، جب عمران نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب فیاض بھی آہستہ آہستہ اسی گلی کی طرف جا رہا تھا اور گلی میں داخل ہو کر اس نے اپنی رفتار تیز کر دی! مگر عمران کا کہیں پتہ نہ تھا۔

فیاض گلی سے گزر کر دوسری سڑک پر پہنچ گیا۔۔۔ لیکن۔۔۔ اب۔۔۔ اب بھی عمران کہیں نظر نہ آیا۔ فیاض کو تقریباً ایک یا ڈیڑھ منٹ تک وہیں کھڑے رہ کر سوچنا پڑا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

اچانک اسے ایک ریستوران کی کھڑکی میں عمران کا چہرہ نظر آیا۔۔۔ فیاض نے تیزی سے سڑک پار کی اور ریستوران میں داخل ہو گیا۔

”کیا مصیبت آ گئی ہے۔۔۔؟“ عمران جھلّائے ہوئے لہجے میں بولا۔ اس کی جھلّاہٹ کا مظاہرہ بھی انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہوا کرتا تھا۔

”تم بیٹھو تو۔۔۔ یقیناً تم اس معاملے میں دلچسپی لو گے!“ فیاض نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”کیا ہے جلدی سے بکو۔۔۔ اور کچھ دِنوں کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو!“

”وہ لڑکی راضیہ اب ایک نئی کہانی سُنا رہی ہے۔۔۔!“ فیاض نے کہا۔ ”مگر آخر تم اتنے اُکھڑے اُکھڑے سے کیوں ہو!“

”فکر مت کرو۔۔۔ میں قلفی کی طرح جما جما سا ہوں۔۔۔ تمہاری آنکھوں کا قصور ہے۔۔۔“ عمران گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”میں تمہیں صرف پندرہ منٹ دے سکتا ہوں!“

”تب تم جہنّم میں جاؤ۔۔۔ مجھے کچھ نہیں کہنا۔“

”نہیں! تمہیں بہت کچھ کہنا ہے۔۔۔ تمہیں یہ بتانا ہے کہ ارشاد اپنے لڑکوں

سے خائف تھا اور تمہیں اس تصویر کے متعلّق بتانا ہے، جو ارشاد کے بیٹے نوشاد سے مشابہ ہے۔۔۔ پھر تم مجھے انسانی ہڈّیوں کے ایک ڈھانچے کے متعلّق بتاؤ گے۔۔۔"

"اوہ۔۔۔ تو راضیہ پہلے ہی بتا چکی ہے۔۔۔" فیاض نے مایوسی سے کہا۔

"نہیں! اس نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔۔۔"

"تم اور کیا جانتے ہو؟" فیاض نے پوچھا۔

"ظاہر ہے میں اتنا ہی جانتا ہوں گا جتنا مجھے راضیہ نے بتایا ہو گا۔۔۔!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "لیکن راضیہ کو اس کا کیا علم کہ تم نے ہڈّیوں کے اس ڈھانچے کو تہہ خانے سے نکلوا لیا ہے!"

"اچھا پھر!" فیاض اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"اور ہڈّیوں کے اس ڈھانچے کو دیکھ کر تمہیں بڑی مایوسی ہوئی۔۔۔ کیونکہ وہ ہڈّیاں ہرگز نہیں تھیں البتّہ تم اس کاریگری کے دل سے قائل ضرور ہو۔۔۔

لکڑی کا پنجرہ بنا کر اس پر سفید پالش کرنا آسان کام نہیں ہے۔۔۔ کافی محنت صرف ہوئی ہوگی۔۔۔ کیوں کیا خیال ہے!"

"تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"نہایت آسانی سے۔ جن لوگوں نے تہہ خانے میں جانے کا راستہ بنایا تھا۔۔۔!"

"قطعی غلط! ان میں سے کوئی بھی نہیں بتا سکتا! وہ سب میرے محکمے کے آدمی تھے!" فیاض نے کہا۔

"اور تمہارے محکمے میں سب فرشتے ہیں۔ انہیں نہ تو شراب سے دلچسپی ہو سکتی ہے اور نہ عورت سے۔ میری سیکرٹری روشی کو تم کیا سمجھتے ہو، سوپر فیاض۔۔۔ اس نے تمہارے ایک آدمی سے سب کچھ معلوم کر لیا ہے۔۔۔ ہاہا۔۔۔ ہپ!" فیاض کچھ نہ بولا لیکن وہ عمران کو برابر گھورے جا رہا تھا۔

"اب رہا اس تصویر کا معاملہ۔۔۔ تو اس کے متعلّق تم مجھے بتاؤ گے!" عمران

نے کہا۔ پھر گھڑی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”صرف پانچ منٹ اور باقی ہیں!“

”میں گھونسہ مار دوں گا۔“ فیاض جھنجھلا گیا۔

”مگر پانچ منٹ کے اندر ہی اندر۔۔۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

فیاض مزید کچھ کہے بغیر اُٹھ گیا۔۔۔ اسے توقع تھی کہ شاید عمران اسے روکے گا۔۔۔ لیکن وہ بدستور بیٹھا رہا۔ فیاض دروازے تک جا کر پھر پلٹ آیا۔

”میں اب صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے اس کیس میں دخل اندازی کی تو اچھا نہ ہو گا!“ فیاض نے کہا۔

”لعنت بھیجتا ہوں تمہارے کیس ویس پر!“ عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ”مجھے تیمور اینڈ بارٹلے کی فرم میں نوکری مل گئی ہے!“

فیاض بے ساختہ چونک پڑا۔۔۔

”نوکری مل گئی ہے!“ اس نے متعجّبانہ دہرایا۔

”اور کیا ایک نہ ایک دِن عقل آ ہی جاتی ہے۔۔۔ مہینے میں ایک سو پچاس

روپے ملیں گے۔۔۔ بہت ہیں اور کیا۔۔۔"

فیاض پھر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا!" فیاض نے گراموفون کے ریکارڈ کی طرح بولنا شروع کر دیا۔ "نوشاد کو جب یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اس کے باپ کے کسی چچا کی تصویر ہے تو وہ بے تحاشہ ہنسنے لگا! پھر اس نے بتایا کہ حقیقتاً اس کی تصویر ہے جو اس نے قدیم لباس میں ایک مصوّر سے بنوائی تھی! اس نے مصوّر کا نام اور پتہ بتایا اور مصوّر نے بھی اس کے بیان کی تصدیق کر دی!"

"تصویر کب بنوائی گئی تھی؟" عمران نے پوچھا۔

"آج سے دس سال پہلے!"

"پھر اب تمہارا کیا خیال ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"ظاہر ہے، ایسے حالات میں یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ ارشاد کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔"

”اور کچھ ۔۔۔ یہ تو بڑی موٹی سی بات تھی!“ عمران نے کہا۔ ”حالات کو مدِّ نظر رکھ کر ایک ناخواندہ کانسٹیبل بھی یہی کہہ سکتا ہے۔۔۔ مگر تم محکمہ سُراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ ہو!“

”تم کیا کہنا چاہتے ہو!“ فیاض نے پوچھا۔

”مجھے الگ ہی رکھو تو بہتر ہے۔۔۔ ورنہ تم خود ہی کہہ چکے ہو کہ اچھا نہ ہو گا۔۔۔“

فیاض کچھ نہ بولا۔ پھر تھوری دیر بعد کہنے لگا! ”معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ اگر وہ پنجر لکڑی کا نہ ثابت ہوا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے لڑکے نوشاد کو پھنسانا چاہتا ہے!“

”بنڈل۔“

”کیا مطلب؟“ فیاض اسے گھورنے لگا!

”کچھ نہیں۔ میں دوسری بات سوچنے لگا تھا۔۔۔ مگر ہاں۔۔۔ تم۔۔۔ تم اس

معاملے کو چھپا کیوں رہے ہو۔۔۔ میرا خیال ہے کہ سارے واقعات اخبارات میں آجانے چاہئیں اور خوب فیاض مری جان، بہترین موقع ہے وہ ڈیلی میل کی رپورٹر ہے نا۔۔۔ مس مونا۔۔۔ تم ایک بار اُس پر مر مٹے تھے۔۔۔ پھر بعد کی اطلاع مجھے نہیں ہے کہ کیا ہوا تھا۔۔۔ خیر بہر حال۔۔۔ تم اسے فون کر کے اپنے پاس بلاؤ۔۔۔ اور صرف اس کے اخبار کے لیے ایک رپورٹ مرتب کرا دو۔۔۔ پھر دیکھنا۔۔۔ ہائے۔۔۔ وہ بھی تُم پر مر مٹے گی اور میں بعد کی اطلاعات سے محروم ہو جاؤں گا!"

"میں فی الحال اس کی پبلسٹی نہیں چاہتا!" فیاض نے کہا۔ "تم ایسا نہیں کرو گے۔" فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

"اللہ لعنت ہے اس پر۔۔۔ لا حول و لا قوۃ۔ مجھے کیا۔ میں تو تیمور اینڈ بارٹلے۔۔۔!"

"تیمور اینڈ بارٹلے والی بات بھی تمہیں بتانی پڑے گی!" فیاض نے کہا۔

”بتا تو دیا کہ مجھے وہاں نوکری مل گئی ہے!“

”خیر۔۔۔ پرواہ نہیں!“ فیاض نے لاپرواہی ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔“

”پندرہ منٹ پورے ہو گئے!“ عمران اسے گھڑی دکھاتا ہوا بولا۔ ”لیکن میں ایک منٹ اور دے کر اتنے وقفہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ تم ان واقعات کی تشہیر کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس سلسلے میں اس سانپ کا تذکرہ کرنا نہیں بھولو گے، جو راضیہ کے وینٹی بیگ سے برآمد ہوا تھا اور راضیہ تیمور اینڈ بارٹلے کے شوروم سے نکل کر سیدھی ارشاد منزل گئی تھی۔“

فیاض کچھ سوچنے لگا تھا۔ آخر اس نے تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر کہا۔ ”اب میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ان واقعات کی پبلسٹی ضرور ہونی چاہیے۔ آخر اس سے ارشاد کا مقصد کیا تھا؟“

”گڈ تم بہت اچھے بچّے ہو۔ بس اب جاؤ لیکن تم راضیہ کے وینٹی بیگ والے

سانپ کے متعلّق تیمور سے ضرور پوچھ گچھ کروگے۔"

"کیافائدہ ہوگا!"

"بہت فائدہ ہوگا۔۔۔یہ نسخہ دردکمر کے لیے اکسیر ہے۔۔۔"

"پھر اُتر آئے بکواس پر!"

"پرواہ نہ کرو۔ہاں سب سے زیادہ ضروری بات تو رہ ہی گئی۔۔۔اخبارات میں اِن واقعات کی تفصیل آجانے کے بعد ہی تم تیمور سے پوچھ گچھ کروگے۔۔۔ اس سے پہلے نہیں!"

"یار عمران۔۔۔کیوں بور کر رہے ہو!آخر اس سے کیا ہوگا!"

"ڈلیوری آسانی سے ہو جائے گی!"

"خدا سمجھے تُم سے!"

"اورہاں۔۔۔ تیمور اینڈ بارٹلے کے آفس میں مجھ سے ملنے کی کوشش کبھی نہ کرنا!سمجھے!بس اب جاؤ۔میں ڈیوٹی پر جارہاہوں،لنچ کا وقفہ ختم ہونے میں

صرف دس منٹ باقی رہ گئے ہیں!"

فیاض کے اُٹھنے سے قبل عمران ہی اٹھ کر باہر نکل گیا۔

(۵)

ٹائپسٹ لڑکی جولیا اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ کاغذات پر جھکا ہوا بُرے بُرے سے مُنہ بنا رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود کو اس چھوٹے سے پارٹیشن میں تنہا محسوس کر رہا ہو اس پارٹیشن میں صرف دو میزیں تھیں، ایک پر ٹائپسٹ لڑکی جولیا بیٹھتی تھی اور دوسری میز اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ کی تھی۔ بوڑھا اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ پچھلے چار دِنوں سے دو ماہ کی رُخصت پر تھا۔ اس کی جگہ نیا اکاؤنٹنٹ آ گیا تھا۔ یہ نیا اکاؤنٹنٹ کافی وجیہہ، جامہ زیب اور نوجوان آدمی تھا۔ پہلے دِن جولیا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ اُس نے

سوچا تھا کہ کم از کم دو ماہ تک تو وہ ہر قسم کی بوریتوں سے دُور ہی رہے گی۔ پرانا اکاؤنٹنٹ بہت نک چڑھا تھا اور جولیا اسے پسند نہیں کرتی تھی۔

مگر یہ نیا اکاؤنٹنٹ اس پرانے اکاؤنٹنٹ سے بھی زیادہ بور ثابت ہوا۔ وہ سارا دِن سر جھکائے ہندسوں میں غرق رہتا اور اس پارٹیشن میں ٹائپ رائٹر کی ''کٹ کٹ'' کے علاوہ اور کوئی آواز سُنائی نہ دیتی۔ پرانے اکاؤنٹنٹ کی بکواس جولیا کو گراں گزرتی تھی اور اب نئے اکاؤنٹنٹ کی حد سے بڑھی ہوئی خاموشی اُسے کھلنے لگی تھی۔ کبھی وہ اسے ذہنی طور پر بہت اونچا آدمی معلوم ہونے لگتا اور کبھی بالکل بدھو۔ وہ اکثر ٹائپ رائٹر پر ہاتھ روک کر اُسے غور سے دیکھنے لگتی۔

اس وقت بھی وہ کام بند کر کے ہولے ہولے اپنی انگلیاں دبا رہی تھی اور اس کی نظریں اکاؤنٹنٹ ہی پر تھیں جو کاغذات پر سر جھکائے اُونگھ رہا تھا۔ اکثر وہ چونک کر اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگتا جیسے نیند کو بھگانے کی کوشش کر رہا ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے گال میں بہت زور سے چٹکی لی اور ''سی'' کر

کے بسورنے لگا!

جولیا کو بے ساختہ ہنسی آگئی! اس کا قہقہہ سُن کر اکاؤنٹنٹ چونک پڑا اور پھر اس کے چہرے سے کچھ اس قسم کی حجاب آمیز سراسیمگی ظاہر ہونے لگی، جیسے کسی نے سر بازار اس کے چپت رسید کر دی ہو۔

”وہ۔۔۔ وہ دیکھئے۔“ وہ ہکلایا۔ ”مجھے دراصل نیند آرہی تھی اور میں نیند کو بھگانے کے لیے یہی کرتا ہوں!“

”میرا تو خیال تھا کہ آپ کو کبھی نیند ہی نہ آتی ہوگی!“ جولیا نے کہا۔

”کیوں۔۔۔واہ۔۔۔ آتی کیوں نہیں!“

”لیکن خواب میں آپ کو ہندسے ہی ہندسے نظر آتے ہوں گے!“

”جی ہاں اور آج کل ٹائپ رائٹر کی کٹ کٹ بھی سنائی دیتی ہے!“ اکاؤنٹنٹ نے گلوگیر آواز میں کہا۔

”آپ اس سے پہلے کہاں کام کرتے تھے؟“

”اس سے پہلے میں کسی کام کا نہیں تھا!“

”آپ کے دوست تو بکثرت ہوں گے۔“ جولیا خواہ مخواہ اسے باتوں میں الجھانا چاہتی تھی۔

”نہیں ایک بھی نہیں ہے!“ اکاؤنٹنٹ نے بڑی معصومیت سے کہا۔ ”بات یہ ہے مس نیلیا۔۔۔!“

”جولیا!“ اس نے تصحیح کی۔

”آئی ایم سوری۔۔۔ مس جولیا۔۔۔ بات یہ ہے کہ مجھے دوستی کرتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے۔“

”شرم! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔“

”شرم۔۔۔ دراصل۔۔۔ اسے کہتے ہیں۔۔ جو آ جاتی ہے۔۔۔ آتی ہے۔۔۔ یعنی کہ شرم۔۔۔ آپ شرم نہیں سمجھتیں!“

”میں نے شرم کی وجہ پوچھی تھی۔“

”بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں! جی ہاں۔۔۔!“

اکاؤنٹنٹ کے چہرے پر اس وقت نہ جانے کہاں کی حماقت پھٹ پڑی تھی۔ جولیا نے سوچا چلو اسی طرح وقت کٹے گا۔ بیوقوف آدمی بھی دلچسپی کا سامان ہوتے ہیں۔

”آپ کے کتنے بچّے ہیں؟“ جولیا نے پوچھا۔

”مجھے ملا کر سات۔“

”آپ کو ملا کر کیوں؟“

”جی ہاں! اگر آپ نہ ملانا چاہیں، تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔۔۔ پھر بھی چھ باقی بچتے ہیں!“

”بات یہ ہے مس مولیا۔۔۔ ار۔۔۔ شاید۔۔۔ میں غلط نام لے رہا ہوں۔۔۔ خیر جو کچھ بھی آپ کا نام ہو! مطلب یہ کہ۔۔۔ ہاں تو میں ابھی کیا کہہ رہا تھا۔۔۔!“

”مجھے حیرت ہے کہ آپ دوستوں کے بغیر کیسے زندہ ہیں۔“

”میں زندہ کب ہوں!“ اکاؤنٹنٹ نے مایوسی سے کہا۔

”یقیناً آپ کے دل پر کوئی گہری چوٹ لگی ہے۔“ جولیا نے تشویش ظاہر کی۔

”اوہو! جی ہاں۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ کمال ہے۔ کیا آپ کو علمِ غیب ہے! جی ہاں پچھلے سال لگی تھی۔۔۔ بڑی پریشانی اٹھائی۔۔۔ تین چار بار ایکسرے لیا گیا۔۔۔ لیکن مختلف ڈاکٹر کسی ایک بات پر متّفق نہ ہو سکے۔۔۔ آخر بڑی کاوشوں کے بعد معلوم ہوا کہ گھٹنے کی ہڈّی اپنی جگہ سے کھسک گئی تھی۔ اُردُو میں ایک مثل ہے مس جولیا کہ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ، مگر یہ مثل غلط ثابت ہو گئی۔ اب میں ماروں آنکھ پھوٹے گھٹنا کا قائل ہو گیا ہوں۔“

”میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکی!“ جولیا بولی۔

”یعنی اس کا ایک بٹا چار بھی نہیں سمجھیں! او معاف کیجئے گا، میرا مطلب یہ تھا کہ آپ کچھ بھی نہیں سمجھیں!“

”آپ ہر وقت ہندسوں سے کھیلتے رہتے ہیں!“ جولیا مُسکرائی۔

”یہ میری بدنصیبی ہے مس۔۔۔ کیا نام ہے۔۔۔ جولیا۔۔۔ مس جولیا۔۔۔ میں اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ مجھے ارتھمیٹک سے عشق ہے۔“

”لیکن مجھے ارتھمیٹک سے بڑی نفرت ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”اپنا اپنا مقدر ہے۔۔۔ کم از کم آپ کی شادی تو ہو جائے گی!“

”کیوں شادی اور ارتھمیٹک سے کیا تعلق!“

”بہت گہرا تعلق ہے۔۔۔ مس جولیا!“ اکاؤنٹنٹ نے ایک طویل سانس لی۔

”میں نہیں سمجھ سکتی!“

”ہر ایک نہیں سمجھ سکتا! مس جولیا۔۔۔“

”آپ سمجھایئے بھی تو۔۔۔ میرے لیے یہ بات بالکل نئی ہو گی اور میں اپنی معلومات میں اس اضافے کے لیے ہمیشہ آپ کی احسان مند رہوں گی!“

”اچھاتو سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔ انگریزی میں بیوی کو نصف بہتر کہتے ہیں یعنی ایک بٹا دو بہتر۔۔۔! یہی بات میں نے اپنی ہونے والی بیوی کے باپ سے کہہ دی تھی! وہ پتہ نہیں کیوں بگڑ گئے۔ میں نے کہا آپ اپنی بیوی کے نصف بدتر ہیں۔ یعنی ایک بٹا دو۔۔۔ غالباً آپ سمجھ گئی ہوں گی مس جولیا! یہ شادی نہ ہو سکی اور شاید کبھی نہ ہو سکے!“

اکاؤنٹنٹ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جولیا کچھ نہ بولی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ہمدردی کے کچھ الفاظ کہے یا بے تحاشہ ہنسنا شروع کر دے۔

ادھر اکاؤنٹنٹ انگلیوں سے میز پر طبلہ بجانے لگا۔ لیکن آنسو بدستور بہتے رہے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے ان آنسوؤں کا علم ہی نہ ہو۔

(۶)

طارق تیمور کے آفس میں داخل ہوا۔ تیمور وہاں تنہا ہی تھا۔ طارق کو بے دھڑک اندر گھُستے دیکھ کر اس کے چہرے پر تفکّر اور تردّد کے آثار نظر آنے لگے۔

”کیوں تم اجازت حاصل کئے بغیر یہاں کیوں آئے!“ تیمور اسے گھور کر بولا۔

”او! معاف کیجئے گا جناب!“ طارق نے مُسکرا کر کہا۔ ”میں سمجھا تھا شاید اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی ہو گی!“

"بیٹھ جاؤ!" تیمور نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

طارق بیٹھ گیا۔ تیمور چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم مجھے بلیک میل نہیں کرسکتے۔ سمجھے!"

"جی ہاں! میں سمجھ گیا! بلیک میل کرنا چھچھورے آدمیوں کا کام ہے۔ آپ نے غالباً ان لوگوں کا انجام سُن لیا ہو گا جو پچھلی شام میرا تعاقب کر رہے تھے۔۔۔ بلیک میلر عموماً بزدل ہوتے ہیں۔ دھمکی کا نام بلیک میلنگ ہے اور دھمکی وہی دیتا ہے جو کمزور ہو! میں کمزور نہیں ہوں مسٹر تیمور۔۔۔ میں چھین کر کھانے کا عادی ہوں۔"

"ابھی بچّے ہو۔ بچپن کے ہوائی قلعوں کی کوئی اہمیّت نہیں ہوتی۔"

"تو آپ اس پر رضامند نہیں ہیں!"

"نہیں۔" تیمور میز کی دراز کھول کر اس میں کچھ تلاش کرتا ہوا بولا۔ "اب فرم کو تمہاری خدمات درکار نہیں ہیں۔ یہ لو۔۔۔ یہ رہا۔۔۔ نوٹس!"

طارق نے اس کاغذ کی طرف دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی جو تیمور نے میز کی دراز سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

”لیکن ایکس فائیو تھری نائین!“ طارق آہستہ سے بڑبڑایا۔ ”اس وقت میرے قبضے میں ہے!“

”تم جھوٹے ہو! تمہیں اس کی ہوا بھی نہیں لگی!“

”خام خیالی ہے مسٹر تیمور۔۔۔!“

”گیٹ آؤٹ۔۔۔!“

”بہت خوب۔ شکریہ! لیکن میرا ساتھ تمام شکاری دیں گے! میری علیحدگی ان کی علیحدگی ہوگی۔۔۔ سمجھے آپ۔۔۔!“

تیمور نے چپڑاسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی۔

”میں جا رہا ہوں مسٹر تیمور۔ اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ لیکن آج شام تک آپ اپنے خسارے سے واقف ہو جائیں گے!“

طارق باہر نکل آیا۔

بعض کلرکوں نے اسے دیکھ کر سر ہلایا اور وہ ان سب کو چھیڑتا اور اُن پر آوازے کستا ہوا آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ اس پارٹیشن کے سامنے رُکا جہاں ٹائپسٹ گرل جولیا اور اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ بیٹھتے تھے!

"ہیلو طارق۔۔۔!" جولیا اسے دیکھ کر چہکاری!

"ہاؤڈو یو ڈو۔۔۔ جولی!"

"اوکے۔۔۔ اولڈ بوائے۔۔۔ کم اِن۔۔۔ کم اِن!"

طارق پارٹیشن میں داخل ہو کر دروازے کے قریب ہی ٹھٹک گیا۔

"آپ کی تعریف!" اس نے نئے اکاؤنٹنٹ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا!

"ہمارے نئے اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ۔۔۔!" جولیا نے جواب دیا۔ نئے اکاؤنٹنٹ کا چہرہ شرم سے سُرخ ہو گیا اور وہ نظریں جھکا کر انگلی سے میز کھٹکھٹانے لگا!

جولیا نے اشارے سے طارق کو بتایا کہ وہ بالکل بدھو ہے۔

”کہو دوست کیا نام ہے تمہارا۔۔۔“ طارق نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا اور جولیا منہ دبا کر ہنسنے لگی۔

اکاؤنٹنٹ اس کا ہاتھ جھٹک کر اور زیادہ شرما گیا۔ جولیا بے تحاشہ ہنسنے لگی لیکن طارق اسے سنجیدگی سے گھورتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے وہ کوئی بہت ہی اہم بات سوچنے لگا ہو۔

”یہ بہت ضروری ہے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”کہ یہاں بیٹھنے والا ہر اکاؤنٹنٹ میرے گہرے دوستوں میں سے ہو۔۔۔!“

اکاؤنٹنٹ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ طارق کرسی کھینچ کر بیٹھنے ہی والا تھا کہ دو۔۔۔پٹھان چوکیدار کیبن میں داخل ہوئے۔

”آفس سے نکل جاؤ۔۔۔!“ ایک نے آگے بڑھ کر طارق کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ طارق کی خونخوار آنکھیں اس کی طرف اُٹھیں اور وہ اس کا بازو چھوڑ کر الگ ہٹ گیا۔

"جاؤ۔۔۔!" وہ دروازے کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چیخا! "تیمور سے کہہ دینا کہ یہ بد تمیزی اسے بہت مہنگی پڑے گی!"

اور پھر وہ ان دونوں کو ایک طرف دھکیلتا ہوا باہر نکل گیا۔ اکاؤنٹنٹ اور جولیا حیرت سے آنکھیں پھاڑے دم بخود بیٹھے رہے۔

دونوں پٹھان بھی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے باہر جا چکے تھے۔ پھر اکاؤنٹنٹ اُٹھ کر باہر جھانکنے لگا۔۔۔ پورے آفس میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونج رہی تھی۔۔۔ وہ جولیا کی طرف مُڑا۔۔۔ جو اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔

"یہ کون صاحب تھے؟" اکاؤنٹنٹ نے جولیا سے پوچھا۔

"طارق۔۔۔ ایک شکاری ہے۔۔۔"

"بہت غصّے میں معلوم ہوتے تھے!"

"ہاں وہ بہت تیکھے مزاج والا اور انتہائی خطرناک آدمی ہے!"

”خطرناک۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔!“ اکاؤنٹنٹ احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔

”پتہ نہیں کیا بات ہے اس نے مسٹر تیمور کے لیے بہت سخت قسم کے الفاظ استعمال کیے تھے۔“

”مسٹر تیمور کے لیے۔۔۔!“ اکاؤنٹنٹ نے بوکھلا کر کہا۔ اب پھر ہونٹ بھینچ کر کچھ سوچتے رہنے کے بعد آہستہ سے بولا۔ ”میں نے نہیں سنا تھا ورنہ اس کا سر توڑ دیتا! مسٹر تیمور تو بہت اچھے آدمی ہیں۔“

”آپ اس کا سر توڑ دیتے!“ جولیا ہنسنے لگی۔

”کیوں کیا میں اس سے کمزور ہوں۔۔۔!“

”وہ ان پٹھانوں کی حالت دیکھی تھی آپ نے۔۔۔ کانپ کر رہ گئے تھے!“

”رہ گئے ہوں گے۔۔۔“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے!“ جولیا نے تشویش آمیز لہجے

میں کہا۔

”میں اسے ضرور پیٹوں گا! کیا آپ مجھے اس کے گھر کا پتہ بتائیں گی!“

جولیا پھر ہنسنے لگی! دفعتاً اکاؤنٹنٹ بگڑ گیا۔

”آپ میرا مذاق اُڑا رہی ہیں!“

جولیا اس کی بات کا جواب دیے بغیر پارٹیشن سے نکل گئی۔۔۔ شاید وہ اس واقعے کی وجہ معلوم کرنا چاہتی تھی۔

اکاؤنٹنٹ بھی پردہ ہٹا کر دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ سارے کلرک ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ منیجر کی کرسی خالی تھی۔ اکاؤنٹنٹ کی نظر تیمور کے کمرے کی طرف اُٹھ گئی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنی پتلون کی جیبیں ٹٹولیں اور لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا غسل خانے کی طرف چلا گیا۔ غسل خانہ تیمور کے کمرے کی پشت پر تھا اور دونوں کے درمیان میں صرف ایک دیوار حائل تھی۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ اندر سے بولٹ

کر کے شیشوں پر سیاہ پردہ کھینچ دیا پھر پتلون کی جیب سے ایک چھوٹی سی سیاہ رنگ کی ڈبیہ نکالی جس سے ایک پتلا سا تار منسلک تھا، دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ تار اس تار سے جوڑ دیا، جو ایک ننھے سے روشن دان سے نیچے لٹک رہا تھا۔ بادی النظر میں وہ تار ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مکڑی کے جالے میں کوئی ہلکا سا تنکا پھنس گیا ہو! سیاہ رنگ کی ڈبی اس نے اپنے داہنے کان سے لگا لی۔ ڈبیہ دراصل ایک چھوٹے سے مگر طاقتور ڈکٹافون کا ریسیور تھی۔

(۷)

دوسری طرف تیمور اس بات سے قطعی بے خبر تھا کہ اس کے کمرے میں کہیں پر ایک ڈکٹا فون پوشیدہ ہے اور اس وقت اس کی ساری گفتگو غسل خانے میں سُنی جارہی ہے۔ وہ اپنے منیجر سے کہہ رہا تھا۔

”اس لونڈے کا انتظام ضروری ہے ورنہ سب برباد ہو جائے گا۔ وہ چاروں بُری طرح زخمی ہوئے ہیں۔ گاڑی کمپنی کی تھی لہٰذا پولیس کا اِدھر توجّہ دینا ضروری ہے۔ دوسری مصیبت! آج کا اخبار تو تم نے پڑھا ہی ہو گا! ارشاد کی کہانی کے متعلّق کیا خیال ہے!“

”وہ میری سمجھ میں تو نہیں آئی!“ منیجر بولا۔

”اس بات پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے کہ وہ لڑکی جس کے وینٹی بیگ سے سانپ برآمد ہوا تھا ہمارے شوروم سے نکل کر سیدھی ارشاد منزل گئی تھی۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ پولیس اس معاملے میں بھی ہمیں گھیرنے کی کوشش کرے گی۔ اس طرح دو مختلف معاملات میں ہمیں پولیس سے دوچار ہونا پڑے گا۔ خیر بہرحال۔۔۔ لیکن یہ تو دیکھو کہ طارق کیا کر رہا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس کی وینٹی بیگ میں اُسی نے سانپ رکھا ہو گا۔ ایسے حالات پیدا کر کے وہ مجھے بلیک میل کرنا چاہتا ہے!“

”لیکن ارشاد۔۔۔!“

”ارشاد!“ تیمور ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ”ہاں اس کا معاملہ بھی غور طلب ہے!“

”کیا یہ بھی طارق ہی کی شرارت ہو سکتی ہے!“

”کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔ فی الحال اُسے رہنے ہی دو۔ میں طارق کے لیے کوئی معقول انتظام چاہتا ہوں!“

”مجھے صرف تین دِن کی مہلت دیجیے! ان تین دِنوں میں کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا مگر آپ کو تھوڑا صبر سے کام لینا چاہیے تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ شیر کی طرح نڈر اور لومڑی کی طرح چالاک ہے!“

”ہو گا! اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اس کے لیے کچھ کہنا ہی بیکار ہے!“

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر تیمور نے کہا۔ ”اس نے دھمکی دی ہے کہ اس کے ساتھ ہی دوسرے شکاری بھی فرم سے قطع تعلق کر لیں گے، لہٰذا تمہیں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سارے شکاری کیمپ میں موجود ہیں یا کچھ چلے بھی گئے!“

(۸)

اندھیرا پھیل چکا تھا۔ طارق گرانڈ ہوٹل سے نکل کر اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھا ہی تھا کہ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ طارق چونک کر مُڑا اور اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھنے والا تیمور اینڈ بارٹلے کا نیا اکاؤنٹنٹ تھا۔

"ہم کہیں اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہتے ہیں!" اکاؤنٹنٹ نے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے؟" طارق نے پوچھا۔

”زندگی اور موت کا معاملہ ہے!“ اکاؤنٹنٹ نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔

”آؤ۔۔۔ تو۔۔۔ پھر!“ طارق موٹر سائیکل کی سیٹ سے ہٹتا ہوا بولا۔ اس نے موٹر سائیکل کا اسٹینڈ دوبارہ گرا دیا اور اکاؤنٹنٹ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہوٹل میں داخل ہو کر اسے ایک کیبن میں لے آیا۔

”بیٹھ جاؤ!“ اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اکاؤنٹنٹ نے بیٹھتے ہوئے ایک طویل سانس لی۔

”کیوں۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔!“

”تم مجھ سے اس لڑکی کو نہیں چھین سکتے!“ اکاؤنٹنٹ اُبل پڑا۔

”ہرگز نہیں۔۔۔ کبھی نہیں۔ میں نے محض اسی کے لیے وہاں ملازمت کی ہے! سالہا سال سے اسے چھُپ چھُپ کر دیکھتا رہا ہوں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔!“

”میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔!“

''وہ تمھیں پسند کرتی ہے۔'' اکاؤنٹنٹ بکتا رہا۔ ''تمھاری شہ زوری کی قائل ہے لیکن میں اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے کون زیادہ طاقتور ہے!''

''میں سمجھا! شاید تم جولیا کے بارے میں کہہ رہے ہو!'' طارق ہنسنے لگا۔

''کیا تمھیں بھی اس سے محبّت ہے؟'' اکاؤنٹنٹ نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

''تم گھاس کھا گئے ہو کیا؟'' طارق پھر ہنس پڑا۔

''گھاس نہیں تو۔۔۔ مجھے ایسا کوئی شعر یاد نہیں آتا، جس میں عاشق نے محبّت میں گھاس بھی کھائی ہو۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔۔۔ ہاں۔۔۔''

''اچھا فرض کرو۔۔۔ اگر میں اس سے محبّت کرتا ہوں تو تم میرا کیا کرو گے!''

''تو میں بالکل خاموش ہو جاؤں گا اور تم خود بخود ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرے راستے سے ہٹ جاؤ گے!''

''یعنی۔۔۔!''

”میں کیوں بتاؤں۔۔۔ نہیں بتاتا۔۔۔ بتا دوں گا تا کہ تم ہوشیار ہو جاؤ۔۔۔ اور میرا کام بگڑ جائے۔ جب تم ہی نہ رہو گے تو پھر جولیا کسے چاہے گی۔ کس کے قوّت بازو کی تعریف کرے گی۔“

”ہاہا۔۔۔ کیا بات بنی ہے میں دنیا کا عقلمند ترین آدمی ہوں۔۔۔ واہ!“

”تم کیا کہہ رہے ہو! دوست۔۔۔!“ طارق آگے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ اکاؤنٹنٹ اس وقت حد درجہ بے وقوف نظر آ رہا تھا۔

”میں کچھ نہیں کہہ رہا۔ کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ مجھے دیکھنا ہے کہ تم اس سے کتنے دنوں تک محبّت کرتے ہو!“

”مجھے اس سے قطعی دلچسپی نہیں۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے!“

”اوہ۔۔۔ واقعی۔۔۔“ اکاؤنٹنٹ مسرّت آمیز لہجے میں چیخا۔

”یقین کرو!“ طارق اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”اچھا تو آج کی رات تمہارے لیے انتہائی خطرناک ہے۔۔۔ تم مار ڈالے جاؤ گے!“

"تمہیں کیسے معلوم ہوا!“

”بس کسی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ میں نے تیمور صاحب اور ان کے منیجر کی گفتگو کسی طرح سُن لی تھی۔۔۔ تمہارے پیچھے بہتیرے آدمی لگے ہوئے ہیں۔ منیجر نے تیمور صاحب کو بتایا تھا کہ تم کئی دِنوں سے کیمپ میں سونے کی بجائے جنگل کے ایک پوشیدہ مقام پر سوتے ہو۔ منیجر کو اُس جگہ کا سُراغ مل گیا ہے اور آج رات۔۔۔ تم۔۔۔ ٹھک۔۔۔ ہاں!“

طارق چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ ”یہ لوگ تمہیں کتنی تنخواہ دے رہے ہیں!“

”ڈیڑھ سو سے زیادہ۔۔۔ ایک سو ساٹھ روپے!“ اکاؤنٹنٹ نے فخریہ لہجے میں کہا!

”ایک سو ساٹھ روپے۔۔۔! چچ چچ!“ طارق نے افسوس ظاہر کیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”بھلا اتنی حقیر سی رقم جولیا کی محبّت کا بار کیسے سنبھال سکے گی!“

”وہ اپنی محبّت کا بار سنبھالے گی میں اپنی محبّت کا بار سنبھالوں گا! اسے بھی تو معقول تنخواہ ملتی ہے!“ اکاؤنٹنٹ نے سنجیدگی سے کہا۔

”تم بدھو ہو!“ طارق معنی خیز انداز میں مُسکرایا! ”لیکن میں تمہارا بہت گہرا دوست ہوں۔ لو۔۔۔ فی الحال یہ دو سو روپے رکھو! کل شام جولیا کو کسی شاندار تفریح گاہ میں لے جانا۔۔۔!“

”نہیں میں نہیں رکھتا! کیا تم مجھے بھکاری سمجھتے ہو!“ اکاؤنٹنٹ بُرا مان گیا!

”نہیں۔۔۔ یہ بات نہیں ہے۔ یہ دراصل اس اطلاع کی قیمت ہے، جو تم نے مجھے اس وقت دی ہے اور آئندہ بھی تمہارے لیے اچھی آمدنی کے امکانات موجود ہیں!“

”یعنی تم چاہتے ہو کہ میں ہمیشہ تمہارے لیے ان لوگوں کی کھوج میں رہا

کروں!"

"تو اس میں تمہارا نقصان ہی کیا ہے!"

"نقصان تو کچھ بھی نہیں ہے! لیکن اگر انہیں معلوم ہو گیا۔۔۔ تو۔۔۔!"

"زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ تم وہاں سے نکال دیے جاؤ گے۔ اس صورت میں جب تک تمہیں دوسری نوکری نہ ملے مجھ سے ہر ماہ دو سو روپے لیتے رہنا۔۔۔"

"چلو منظور ہے! لیکن میں یہ سب محض جولیا کے لیے کر رہا ہوں! اگر تمہارا ارادہ دھوکہ دینے کا ہو تو میں ان روپیوں پر لعنت بھیجتا ہوں!"

"نہیں دوست۔ تم مطمئن رہو! ویسے تمہارا نام کیا ہے!"

"میرا نام عبد المنان ہے۔۔۔ ہاں۔۔۔!"

"اچھا دوست عبد المنان۔۔۔ اس اطلاع کا بہت بہت شکریہ۔ پھر ملیں گے!"

طارق اسے وہیں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

(۹)

جنگل کی اُجاڑ رات۔۔۔ کائنات کی رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔۔۔ شاید ایک بجے کا وقت تھا۔۔۔ تاریکی کچھ اور زیادہ گہری ہو گئی تھی۔۔۔ مطلع ابر آلود تھا ورنہ تاروں کی چھاؤں میں دیو پیکر اور فلک آسا درخت اتنے مہیب نہ معلوم ہوتے۔

طارق خطرے کی اطلاع مل جانے کے باوجود بھی وہیں تھا، جہاں اس نے اپنی پچھلی دو راتیں گزاری تھیں۔۔۔

یہاں کی زمین سطح تھی جس کے چاروں طرف گھنی جھاڑیاں تھیں۔۔۔ ایک

جگہ پیال کا ڈھیر تھا اور اس پر ایک کمبل بچھا ہوا تھا! یہی اس کا بستر تھا۔۔۔ آج یہاں طارق نے آگ بھی روشن کی تھی اور وہ اپنے بستر ہی پر موجود تھا لیکن سویا نہیں تھا۔ اچانک اس نے ہلکی سی سرسراہٹ سنی۔ چونک کر اُٹھا۔ چند لمحے آواز کی طرف کان لگائے رہا۔ سرسراہٹ پھر سنائی دی۔۔۔ وہ آہستگی سے بستر سے جھاڑیوں میں سِرک گیا! دوسرے ہی لمحہ دو آدمی اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے کلہاڑے پکڑے ہوئے جھاڑیوں سے کھلی جگہ میں نکل آئے۔ طارق کا بستر خالی تھا۔۔۔ ایک طرف الاؤ جل رہا تھا اور اتنی روشنی تھی کہ قرب وجوار کی چیزیں بہ آسانی نظر آسکتی تھیں۔۔۔ الاؤ کی سُرخ روشنی میں اُن دونوں کے چہرے حد درجہ بھیانک معلوم ہو رہے تھے! اچانک کسی نے پیچھے سے ان دونوں پر حملہ کر دیا۔۔۔ ان کے ہاتھوں سے کلہاڑے چھوٹ گئے۔۔۔ اور وہ دونوں اچھل کر بھاگے۔

"دیکھنا۔۔۔" طارق کی آواز اندھیرے میں گونجی۔۔۔ "یہ زندہ نہ جانے پائیں!"

کوئی اندھیرے میں گرا۔۔۔ ایک چیخ اُبھری اور پھر سنّاٹا چھا گیا۔ کئی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازوں سے جنگل گونج رہا تھا! تقریباً دس منٹ کے بعد سیٹی کی آواز سنّاٹے میں لہرائی۔ دور سے کسی نے اس کا جواب دیا۔۔۔ اور پھر سنّاٹا طاری ہو گیا!

"ناصر۔۔۔ ناصر۔۔۔!" طارق کی آواز اندھیرے میں ابھری!

"طارق۔۔۔ میں ہوں۔۔۔ جہاں ہو وہیں ٹھہرو۔۔۔!"

ناصر جلد ہی طارق کے پاس پہنچ گیا!

"کیا ہوا۔۔۔"

"کیا بتاؤں! وہ دونوں صاف نکل گئے!"

"خیر پرواہ نہ کرو!" طارق بولا۔ "میں نے انہیں پہچان لیا ہے۔ وہ ٹونی اور بارکر تھے! اگر نکل گئے ہیں تو یہ سمجھ لو کہ اب ہمیں ان کی شکلیں کبھی نہ دکھائی دیں گی۔۔۔ میں نے یہ آگ اِسی لیے روشن کی تھی کہ حملہ آوروں کی

شکلیں دیکھ سکوں! آؤ واپس چلیں۔۔۔!"

وہ دونوں پھر وہیں آ گئے جہاں آگ روشن تھی لیکن وہاں قدم رکھتے ہی طارق کے منہ سے ہلکی سی تحیّر آمیز چیخ نکلی اور وہ بے تحاشہ پیال کے ڈھیر پر ٹوٹ پڑا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پیال اُٹھا اُٹھا کر اِدھر اُدھر پھینک رہا تھا۔ جب ساری پیال اپنی جگہ سے ہٹ گئی تو اس کے منہ سے ایک گندی سی گالی نکلی اور وہ بھرّائی ہوئی آواز میں دہاڑا۔ "آؤ۔۔۔ چوٹ ہو گئی!"

"کیا ہوا۔۔۔!"

طارق اسے کوئی جواب دیے بغیر پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ ناصر بھی اُسی کے ساتھ ہی ساتھ بھاگتا پھر رہا تھا۔ پھر وہ دونوں شکاریوں کے کیمپ تک آئے، جو ان کی کمین گاہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا۔۔۔ یہاں تین خیمے استادہ تھے۔۔۔ لیکن ان پر خاموشی مسلط تھی! ان میں سے کسی میں بھی بیداری کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔

”آخر تم کیا تلاش کر رہے تھے۔“ناصر نے پوچھا!

”اوہ۔۔۔ ایکس فائیو تھری نائین۔۔۔ میری ساری محنت برباد ہو گئی!“ طارق ہانپتا ہوا بولا۔ پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔ اچھا۔۔۔ خیر دیکھا جائے گا۔۔۔ میں دیکھوں گا کہ تیمور کتنا چالاک ہے۔۔۔!“

(۱۰)

عمران ٹھیک تین بجے رات کو فلیٹ میں داخل ہوا۔۔۔ فلیٹ کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔۔۔ کمرے میں روشنی تھی اور محکمہ سُراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض ایک آرام کرسی میں پڑا سورہا تھا!

عمران نے لکڑی کی وہ چھوٹی سی پیٹی میز پر رکھ دی جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا فیاض کو گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اسے جھنجھوڑنے لگا۔۔۔ فیاض بیدار ہوتے ہی اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔

”او فیاض صاحب! یہ کوئی سرائے ہے یا بھٹیار خانہ، تم اتنی رات گئے یہاں کیا

کر رہے تھے!"

"تشریف رکھیے عبد المنان صاحب!" فیاض نے بڑے تلخ لہجے میں کہا "میں اپنا فرض ادا کرنے پر مجبور ہوں!" فیاض نے جیب سے ہتھکڑیوں کا جوڑا نکال کر میز پر ڈال دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔!"

"مطلب بعد میں پوچھنا! دوستی اپنی جگہ پر ہے لیکن میں اپنا فرض ضرور ادا کروں گا!" فیاض کا لہجہ حد سے زیادہ خشک تھا!

"اب کچھ بکو گے بھی یا یونہی بور کیے جاؤ گے!"

"تمہارا وارنٹ ہے۔۔۔ عبد المنان کا وارنٹ۔۔۔ جو تیمور اینڈ بارٹلے کے یہاں اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ ہے۔۔۔ اس کے خلاف پانچ ہزار کے غبن کا الزام ہے۔۔۔ تیمور اینڈ بارٹلے کے منیجر نے عبد المنان کی تصویر بھی دی ہے!"

فیاض نے وارنٹ نکال کر عمران کے سامنے رکھ دیا! اس پر عمران کا فوٹو بھی

چسپاں تھا۔

"اوہ۔۔۔ میں سمجھا۔۔۔ تو شاید انہیں میری اصلیت معلوم ہو گئی ہے!"

عمران آہستہ سے بڑبڑایا!

"تم مجھے اُلّو نہیں بنا سکتے!" فیاض گرج کر بولا۔ "بڑے شرم کی بات ہے! یہی تو میں کہتا تھا کہ آخر تمہارا خرچ کہاں سے چلتا ہے!"

"کیا بچاؤ کی صورت نہیں!" عمران نے بے بسی سے کہا۔

"ہرگز نہیں! میں بالکل مجبور ہوں!" فیاض بولا۔

"فرض ادا کرنے سے پہلے تمہیں میرا قرض ادا کرنا چاہیے۔۔۔"

"میں بے تکی باتیں سُننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔۔ میرا خیال ہے کہ تم چپ چاپ میرے ساتھ چلے چلو ورنہ بات بڑھ جائے گی! تیمور کہہ رہا تھا کہ وہ اخبارات میں تمہارا فوٹو شائع کرائے گا!"

"واہ یار! اس سے بڑھ کر کیا بات ہو سکتی ہے۔ لوگ دیکھیں گے اور کہیں کہ

یہ شخص صورت سے تو عبد المنان نہیں معلوم ہوتا! ویسے فیاض صاحب۔۔۔ میں نے اپنا کھیل اسی وقت ختم کر دیا ہے اور اب تمہاری آنکھیں کھولنے جا رہا ہوں۔ شہر میں پتہ نہیں کیا کیا ہوا کرتا ہے اور تمہارے محکمے کے کانوں پر جُوں تک نہیں رینگتی!" عمران نے میز پر لکڑی کی وہ پیٹی اُٹھائی جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔۔۔ یہ ایک فٹ لمبی اور تقریباً نو انچ چوڑی تھی۔ اونچائی زیادہ سے زیادہ چھ انچ رہی ہو گی!

"یہ پیٹی۔۔۔" اس نے کہا۔ "ٹوکیو سے بذریعہ ہوائی ڈاک آئی ہے۔ اس پر تیمور اینڈ بار ٹلے کا پتہ تحریر ہے اور یہ نمبر۔۔۔ پتہ نہیں یہ اس چیز کا نمبر ہے یا یہ پیٹی شمار میں اس نمبر کی ہے۔۔۔ ایکس فائیو! تھری نائین۔۔۔! اب میں اسے کھولنے جا رہا ہوں! ہو سکتا ہے، وہ غبن کئے ہوئے روپے اسی میں بر آمد ہو جائیں!"

اس نے جیب سے قلم تراش چاقو نکال کر پیٹی کی کیلیں نکالنی شروع کر دیں!

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بار بار ایسے مواقع اسے

نصیب ہوئے تھے جب وہ عمران پر چڑھ دوڑا تھا، لیکن بعد میں اسے خفت اُٹھانی پڑی تھی۔ عمران خلافِ عادت اس وقت بہت زیادہ سنجیدہ تھا۔ اس نے ساری کیلیں نکال لیں اور پھر دو عدد خوفناک قسم کی پھپھکاروں کے ساتھ ڈھکن خود بخود اُوپر اٹھتا چلا گیا!

"ارے باپ رے۔۔۔!" عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا!

اور فیاض نے میز پر چھلانگ لگائی۔ پیٹی میں سیاہ رنگ کے دو سانپ پھن اُٹھائے کھڑے تھے!

"خدا کی قسم عمران۔۔۔!" فیاض ہانپتا ہوا بولا۔ "تم دیکھنا اپنا حشر۔۔۔"

"فیاض پیارے چوٹ ہو گئی۔۔۔ خدا کی قسم اسے جان پر کھیل کر لایا۔۔۔ کلہاڑوں اور خوفناک آدمیوں کے نرغے سے نکال لایا۔۔۔ ارے توبہ۔۔۔!"

"توبہ کے بچّے۔۔۔ ہتھکڑیاں لگاؤں گا۔۔۔ تم سمجھتے ہو شاید میں مذاق کر رہا

ہوں!"

مگر توبہ کا بچّہ پہلے ہی باہر نکل چکا تھا۔۔۔فیاض میز سے چھلانگ لگا کر اس کی طرف جھپٹا۔ لیکن عمران کو پا لینا، آسان کام تو نہیں تھا!

(۱۱)

دوسری صُبح کے اخبارات میں عمران کا فوٹو شائع ہوا تھا۔۔۔ اس کی حیثیت اشتہار کی سی تھی۔ تیمور اینڈ بارٹلے کی طرف سے مبلغ پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان ان لوگوں کے لیے کیا گیا تھا، جو اس کا پتہ نشان بتا سکیں! نام عبدالمنان ہی تھا۔۔۔ عمران نے اس اشتہار کو دیکھا اور خود کو سچ مچ عبدالمنان محسوس کرنے لگا۔

پچھلی رات وہ شروع ہی سے طارق کے پیچھے لگا رہا تھا۔ سب سے پہلے شکاریوں کے کیمپ میں گیا تھا! پھر ناصر کو ساتھ لے کر ٹہلتا ہوا اس مقام پر پہنچا جہاں وہ

شب بسری کیا کرتا تھا۔۔۔ وہاں پہنچ کر ایک بار اس نے ناصر سے بھی پیچھا چھڑایا۔ اسے شکاریوں کے کیمپ کی طرف کسی کام سے بھیج دیا۔۔۔ پھر عمران نے اسے ایک طرف جاتے دیکھا تھا عمران صرف طارق ہی کی نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا تھا۔ لہٰذا وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

بہر حال ایک جگہ رُک کر طارق نے کانٹے دار جھاڑیوں کے جھنڈ سے وہ پیٹی نکالی تھی جسے عمران نے نہ جانے کیا سمجھ کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ فیاض کے سامنے کھولنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ اور نتیجے کے طور پر اس میں سے دو عدد سانپ بر آمد ہوئے تھے۔ طارق نے اس پیٹی کو لا کر پیال کے ڈھیر کے نیچے چھپا دیا تھا اور خود اسی پر کمبل ڈال کر لیٹ گیا تھا۔ پھر جس وقت طارق پر حملہ ہوا عمران اس پیٹی کو پیال کے ڈھیر کے نیچے سے نکال کر چپ چاپ کھسک گیا۔

طارق اور تیمور کی لڑائی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن ان سانپوں نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ پیٹی کسی نہ کسی طرح تیمور

ہی کے پاس سے طارق تک پہنچی ہو گی ورنہ اس میں زندہ سانپوں کی موجودگی سمجھ میں نہیں آ سکتی اور پھر طارق نے اس پیٹی کو بہت احتیاط سے ایک جگہ چھپا رکھا تھا اور پھر شاید اسے اپنے بستر کے نیچے منتقل کرنے ہی کے لیے اس نے ناصر کو بھی ٹال دیا تھا۔ اس پیٹی کا راز؟ عمران اس کے متعلّق گھنٹوں غور کرتا رہا۔

وہ اس وقت شہر کے ایک غیر معروف سے ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم تھا۔ تھوڑی سی تبدیلی اپنی ہیئت میں بھی کر لی تھی۔ سر کے بالوں کے اُلٹنے کا انداز بدل دیا تھا اور سوٹ اتار کر صرف پتلون اور جیکٹ پر اکتفا کی تھی۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ مصنوعی مونچھیں بھی استعمال کرنی پڑی تھیں حالانکہ اسے اس بہروپئے پن سے سخت نفرت تھی لیکن اس وقت وہ کرتا بھی کیا۔ وہ جانتا تھا کہ فیاض نے یہ سب کچھ محض اس لیے کیا ہے کہ وہ اسے سارے حالات سے باخبر رکھے لیکن یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ بھی پہنا دیتا کیونکہ فی الحال عمران کے خلاف اس کے پاس کافی

مواد موجود تھا اور پھر یہ تو بعد کی بات ہوتی کہ اصلیت کیا تھی۔ عمران ٹھیک آٹھ بجے رات کو ہوٹل سے نکل کر دولت پور جانے والی بس پر بیٹھ گیا۔۔ اسی بس کے ذریعہ وہ دس میل کا راستہ طے کر کے شکاریوں کے کیمپ تک پہنچ سکتا تھا۔ جب تک بس شہر سے باہر نہیں نکل آئی وہ بہت زیادہ محتاط رہا وہ جانتا تھا کہ اس کی تلاش میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں ہی طرح کے لوگ ہوں گے۔

دس میل کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ بس سے اتر گیا۔ اب اسے گھنے جنگلوں میں تقریباً ڈیڑھ میل پیدل چلنا تھا۔ کیمپ میں پہنچ کر وہ بے دھڑک ایک خیمے میں گھُس گیا۔ یہاں چار آدمی اپنے بستروں پر پڑے گپیں مار رہے تھے۔ عمران کو دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھے۔

”ناصر بھائی کہاں ہیں!“ عمران نے انتہائی برخوردارانہ انداز میں پوچھا۔

”برابر والے ٹینٹ میں!“ ایک نے جواب دیا لیکن وہ عمران کو شبہے کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت عمران کی آنکھوں پر تاریک شیشوں والی عینک

نہیں تھی۔ عمران الٹے پاؤں اس خیمے سے نکل کر برابر والے خیمے میں داخل ہو گیا۔ ناصر یہاں موجود تھا! اس کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے۔

"ناصر بھائی!" عمران نے اُسے مخاطب کیا اور ناصر اُچھل کر کھڑا ہو گیا!

"تم کون ہو!"

"میں۔۔۔ اُلّو ہوں۔۔۔!" عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔!"

"اُلّو کا مطلب اُلّو ہی ہوتا ہے ناصر بھائی!" عمران نے جواب دیا۔ اچانک ناصر اس پر ٹوٹ پڑا۔

"میں عبد المنان ہوں پیارے بھائی!" عمران اسے روکتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"اوہ۔۔۔!" ناصر پیچھے ہٹ گیا۔ چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر خیمے سے باہر نکل آیا۔ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ جب خیمے کافی پیچھے رہ گئے تو ناصر نے ایک جگہ رُک کر کہا "تم یہاں کیوں آئے ہو!"

"میں طارق سے ملنا چاہتا ہوں!"

"کیوں۔۔۔!"

"یہ تو میں صرف طارق ہی کو بتا سکتا ہوں!" عمران بولا۔

"میں نہیں جانتا کہ طارق کہاں ہے!"

"تب میرا بیڑا غرق ہو گیا!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہاں! میں نے اخبار میں دیکھا تھا!" ناصر نے کہا۔ "لیکن تم نے بھیس بڑے کمال کا بدلا ہے!"

"ارے یار میں کیا جانوں بھیس ویس۔۔۔! یہ تو میرے ایک دوست کی کاریگری ہے جو فلم کمپنی میں کام کرتا ہے۔۔۔"

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم مجھے کیسے پہچانتے ہو!"

"یہ سب کچھ میں طارق کے سامنے ہی بتاؤں گا!"

”نہیں تم مجھے بتاؤ! ورنہ یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جاسکتے!“

”یار یہ تو تم نے بڑی بے ڈھب بات کہی۔۔۔! اچھا چلو نہیں بتاتا۔ جو کچھ کرنا ہے کرلو!“

”تمہیں گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا!“

”مار بھی ڈالو یار! اس سے تو یہی بہتر ہے! ورنہ اگر پکڑا گیا تو پانچ ہزار روپے کہاں سے پیدا کروں گا! ان لوگوں کو شاید معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے طارق کے لیے کچھ معلومات فراہم کی ہیں۔۔۔ اس لیے مجھ پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے!“

”تم مجھے کیسے جانتے ہو! میرے سوال کا جواب دو۔۔۔!“

”اچھا تم نہ بتاؤ طارق کا پتہ۔ میں جا رہا ہوں!“ عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔

”تم نہیں جاسکتے!“

”مجھے کون روکے گا!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”میں۔۔۔!تم نہیں جاسکتے!“

”اچھا تو روک لو۔۔۔ نہیں یوں نہیں!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں زیادہ سے زیادہ پندرہ گز کے اندر ہی اندر رہوں گا۔ تم مجھے پکڑ لو۔ اگر میرے جسم میں بھی ہاتھ لگا سکو تو اپنا نام بدل دوں گا۔ چلو پکڑو!“ یہ کہہ کر عمران نے ناصر کے سر پر ایک چپت رسید کر دی۔ ناصر جھلّا کر اُس پر ٹوٹ پڑا۔ وہ دونوں کھلے آسمان کے نیچے تھے اور تاروں کی چھاؤں میں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے! عمران گویا ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ اپنے وعدے کے مطابق وہ ناصر کے قریب ہی قریب رہا لیکن وہ کچھ اس انداز میں اچھل کود کر رہا تھا کہ ناصر اُسے چھُو بھی نہ سکا!

”یہ رہا۔۔۔! یہ آیا۔۔۔ یہ گیا۔۔۔ یہ پڑی چپت!“ عمران نے پھر اُس کے سر پر چپت رسید کی اور متواتر بکواس کرتا رہا۔ ”یہ آیا۔۔۔ یہ گیا۔۔۔ یہ رہا۔۔۔ پھر لو چپت۔۔۔!“

ذرا سی دیر میں دس پندرہ چپتیں ناصر کے سر پر پڑ گئیں لیکن وہ اُسے نہ پکڑ

سکا۔۔۔!

”بس کرو! ختم کرو!“ ناصر ہانپتا ہوا بولا۔ ”نہیں سنتے! تم سؤر کے بچّے!“

”تم مجھے طارق کے پاس لے چلو!“ عمران نے رُکے بغیر کہا۔ ”ورنہ اسی طرح چپتیں مار مار کر تمہیں ختم کر دوں گا!“

”لے چلوں گا۔۔۔لے چلوں گا!“ ناصر نے ہانپتے ہوئے کہا۔

(۱۲)

آج طارق نے دوسری جگہ ٹھکانا بنایا تھا! یہ ایک غار سا تھا اور اس کے اوپر کئی درختوں کی گھنی شاخیں جھکی ہوئی تھیں۔ اندر اتنی جگہ تھی کہ تین چار آدمی بہ آسانی رات بسر کر سکتے تھے۔

طارق قریب قریب تین یا چار منٹ سے عمران کو گھور رہا تھا اور عمران اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے کوئی فکر مند باپ اپنے بچّوں کے درمیان بیٹھا ہو، ان کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا ہو۔۔۔! ناصر باہر نکلنے کے راستے کے سِرے پر کھڑا تھا۔۔۔! دفعتاً طارق بولا۔

”پہلے میں تمہیں بیو قوف سمجھا تھا! لیکن اب میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ اور میری بے اطمینانی کا مطلب تو تم سمجھتے ہی ہو گے۔۔۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے ناصر کو کیسے پہچان لیا تھا! تم اسے کیا جانو!“

”مجھے جولیا نے بتایا تھا کہ ناصر تمہارا گہرا دوست ہے!“

”بس اتنا ہی نا! تم نے یہ کیسے جانا کہ یہی ناصر ہے۔۔۔!“

”اس لیے کہ ان کی ناک کافی لمبی ہے اور ناک کے سوراخ بہت بڑے بڑے ہیں۔۔۔! ایسی ناک والا ہر آدمی مجھے ناصر معلوم ہوتا ہے۔۔۔!“

”میرا وقت نہ برباد کرو! تم مجھے اُلّو نہیں بنا سکتے!“

”اور تم مجھے یونہی اُلّو بناتے چلے جاؤ گے۔۔۔! طارق صاحب! تم نے میرا کیریئر برباد کر دیا! میں چوروں کی طرح منہ چھپائے پھر رہا ہوں!“

”تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے!“ طارق نے سخت لہجہ میں پوچھا۔

”اللہ میاں نے بھیجا ہے۔۔۔ اب کہو!“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہاں سے زندہ نکل سکو گے!“

”اچھا جی!“ عمران ناک چڑھا کر بولا۔ ”کیا تمہارا دل بھی چپتیں کھانے کو چاہتا ہے! طارق صاحب میں آدمی نہیں بلکہ بھُوت ہوں! میرے جاننے والے مجھے اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ غار تم دونوں کا مقبرہ بن جائے گا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اپنے دونوں ہاتھوں کے علاوہ اور کچھ نہیں استعمال کروں گا!“

طارق شدید غصّے کے باوجود بھی ہنس پڑا۔ اسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اسے عمران کی یہ بات ایسی لگی جیسے کوئی مچھر کسی ہاتھی کو چیلنج کر رہا ہو۔

”تم ہنس رہے ہو طارق!“ عمران بولا۔ ”لیکن میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔ مجھے آج ہی رات کو پانچ ہزار روپے مہیّا کرنے ہیں اور اس کے لیے میں تیمور ہی کی تجوری توڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ وہ بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی غریب کو ستایا تھا!“

”تم نے ابھی تک میری بات کا جواب نہیں دیا! تم ناصر کو کیسے پہچان گئے تھے!“

”لاحول ولا قوۃ۔ پھر وہی ناصر۔۔۔ اچھا میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے ناصر کو قطعی نہیں پہچانا تھا! پہلے ایک دوسرے ٹینٹ میں جا گھُسا تھا! وہاں معلوم ہوا کہ ناصر برابر والے ٹینٹ میں ہے! دوسرے ٹینٹ میں پہنچ کر میں نے صرف ناصر کا نام لیا تھا۔ اس کی طرف دیکھ کر خاص طور سے اسی کو مخاطب نہیں کیا تھا۔ یہ حضرت اپنا نام سنتے ہی اچھل پڑے اور میں سمجھ گیا کہ ناصر یہی ہیں!“

”میں اب بھی مطمئن نہیں ہو سکا!“ طارق نے گردن جھٹک کر کہا۔

”تب پھر ایک ہی صورت رہ جاتی ہے!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر مایوسانہ انداز میں کہا ”وہ یہ کہ ہم دونوں سر لڑائیں۔ اگر میرا سر پھٹ جائے تو میں جھوٹا۔ اگر تمہارا سر پھٹ جائے تو ہم دونوں اُلّو کے پٹھے!“

طارق پھر خاموش ہو کر اسے گھورنے لگا!

"تم میرے پاس کیوں آئے ہو!" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"محض یہ معلوم کرنے کے لیے کہ تم مجھے تیمور کے گھر کا نقشہ سمجھا سکو گے یا نہیں! اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ اس کی تجوری اس کی خواب گاہ میں ٹھیک اس کے سرہانے رکھی رہتی ہے۔"

"تو تم سچ مچ اس کی تجوری توڑو گے!"

"طارق! میں جھوٹ بہت کم بولتا ہوں!"

"میں تمہیں اس کی رائے نہ دوں گا کہ تم اس کی تجوری میں ہاتھ بھی لگاؤ!"

"میں رائے لینے نہیں آیا۔۔ طارق صاحب!" عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا! "میرا نام عبد المنان ہے۔ جو کچھ سوچتا ہوں کر ڈالتا ہوں۔ ویسے میں نے ابھی تک شادی کرنے کے متعلّق نہیں سوچا!"

"میری بات تو سنو! تمہیں صرف پانچ ہزار روپے چاہئیں نا! وہ میں تمہیں دے دوں گا!"

”تم مجھے پانچ ہزار روپے دو گے!“ عمران نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں قہقہہ لگا کر کہا۔

”یقیناً دے سکتا ہوں! میرے لیے یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے!“

”اسی لیے غاروں اور جھاڑیوں میں چھپتے پھر رہے ہو!“ عمران پھر ہنس پڑا اور طارق کو ایک بار پھر غصّہ آ گیا لیکن وہ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اس کی تیزی اور عقابی نظریں عمران کو ٹٹول رہی تھیں۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا بلا ہو!“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”نہ سمجھو تو بہتر ہے!“ عمران لاپروائی سے بولا! ”نہ جانے کتنے یہی حسرت لیے ہوئے دنیا سے چلے گئے!“

”سمجھوتے کی بات کرو اور مجھے اپنے متعلّق بتاؤ!“ طارق نے نرم لہجے میں کہا ”ہم دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس کے بغیر ہم ایک دوسرے کے قریب نہیں ہو سکتے!“

عمران اُسے اِس انداز میں دیکھنے لگا جیسے وہ طارق کے ان جملوں میں صداقت تلاش کر رہا ہو۔

"لیکن اگر تم نے اس کے باوجود بھی مجھے دھوکا دیا تو میں کس سے فریاد کروں گا!" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"میں دھوکا کس طرح دوں گا!"

"یہی کہ اگر تم نے میرے حالات سے پولیس کو باخبر کر دیا تو۔۔۔!"

طارق ہنسنے لگا۔۔۔ پھر بولا۔ "بھلا مجھے پولیس سے کیا سروکار۔۔۔ میرا اپنا پیشہ بھی قانون کی نظر میں باعزّت تو نہیں!"

"تمہارا پیشہ!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "میں نہیں سمجھا!"

"ہاں۔۔۔ آں۔۔۔ پولیس میری دوست نہیں ہو سکتی!"

"یار جب تم خود بھی نہیں کھلتے تو مجھے پاگل کتّے نے کاٹا ہے!"

"میں ڈاکے ڈالتا ہوں! اب سمجھے!"

”سمجھ گیا۔۔۔اور میں بھی۔ڈاکے تو خیر نہیں ڈالتا لیکن تجوری توڑنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا اور ہاتھ کی صفائی ایسی کہ دِن دہاڑے بیچ بازار سے ہاتھی غائب کر دوں اور کسی کو خبر تک نہ ہو!“

”یہ بات۔۔۔!“ طارق آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ لیکن اُس کے لہجے سے ابھی تک بے یقینی مترشح ہو رہی تھی۔

”ہاں دوست یہی بات ہے!“

”مجھے یقین کیسے آئے!“

”یقین۔۔۔!اچھا تو سُنو۔ جس وقت ناصر پر چپتیں پڑ رہی تھیں اسی وقت اُس کے کوٹ کی اندرونی جیب سے اُس کا پرس نکل کر میری جیب میں آگیا تھا۔۔۔!“

ناصر بوکھلا کر اپنی جیب ٹٹولنے لگا اور اس کے منہ سے ایک ہلکی سی تحیّر آمیز آواز نکلی!

”گھبراؤ نہیں۔ اپنا پرس سنبھالو!“ عمران نے جیب سے پرس نکال کر ناصر کے آگے پھینک دیا!

”واہ یار!“ طارق نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔

”یہی نہیں! اچھا تم بتاؤ۔ کیا میں نے ابھی تک تمہارے جسم کو ہاتھ لگایا ہے؟ یاد کر کے بتاؤ!“

”نہیں تو۔۔۔ کیوں؟“

”تمہارا پرس بھی میرے پاس ہے!“

”کیا؟“ طارق بھی اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا! لیکن اتنی دیر میں اس کا پرس بھی اس کے سامنے پھینک دیا گیا!

”اچھا دوست!“ طارق نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ”ہماری دوستی کافی کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔“

”بس تم مجھے اس کے گھر کا اندرونی نقشہ سمجھا دو!“ عمران نے کہا۔

”فضول ہے! اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہو گا! بڑی رقمیں کوئی بھی گھر میں نہیں رکھتا! تجوری میں سے اگر تم نے دو چار ہزار روپے نکال بھی لیے تو کیا ہو گا۔ کتنے دِن کھاؤ گے۔۔۔ آدمی کو ہمیشہ لمبا ہاتھ مارنا چاہئے!“

”ارے یار تو کچھ بتاؤ بھی نا!“ عمران نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔

”سال بھر میں ہم تینوں کروڑپتی ہو جائیں گے!“ طارق نے کہا۔

”یار تم جلدی بتاؤ! اب اگر تم نے خواہ مخواہ بات کو طول دیا تو میں اپنا گلا گھونٹ لوں گا!“

”عنقریب بندر گاہ پر تیمور اینڈ بارٹلے کا مال اُترے گا۔ اس میں سے تمہیں کچھ پیٹیاں اُڑانی ہوں گی۔“

”ارے یہ کتنی بڑی بات ہے! ہزاروں آدمیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکال لوں گا۔ اگر بندر گاہ پر کامیاب نہ ہو سکا تو وہاں سے گودام تک کے راستے میں یقینی طور پر یہ کام ہو جائے گا۔ یار تم عبدالمنان کو کیا سمجھتے

ہو!"

"لیکن ان پیٹیوں کی شناخت!" طارق کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ان سب پر ایکس فائیو تھری نائین لکھا ہوا ہو گا!"

"ہاں ذرا ایک منٹ!" عمران جیب سے اپنی نوٹ بک اور پنسل نکالتا ہوا بولا۔ "نمبر لکھ لوں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کیا۔۔۔ ایکس تھری نائین۔۔۔!"

"نہیں! ایکس۔۔۔ فائیو۔۔۔ تھری۔۔۔ نائین!"

"بس تو سمجھ لو کہ پیٹیاں غائب ہو گئیں!" عمران نوٹ بُک اور پنسل جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "مگر ان پیٹیوں میں ہو گا کیا؟ ان میں سانپوں کی کھالیں نہیں ہوں گی!"

"نہیں یار۔۔۔ یہ ابھی نہ پوچھو! بس انہیں اُڑالاؤ، پھر ہم دیکھیں گے کہ اِن میں کیا ہے!"

"یعنی تمہیں بھی معلوم نہیں ہے!"

”ہاں یہی سمجھ لو!“

”تم بتانا نہیں چاہتے!“ عمران نے کہا۔ ”خیر نہ بتاؤ! میں اپنے دوستوں پر ہمیشہ اعتماد کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم نہ جانتے ہو گے لیکن کسی نہ کسی چیز کا شُبہ ضرور ہو گا! کیوں کیا غلط کہہ رہا ہوں!“

”بہت کچھ ہو سکتا ہے! بھائی عبد المنان۔۔۔ غیر قانونی طور پر بر آمد کی ہوئی کوئی بھی چیز۔۔۔ میرا مطلب یہ ہے کوئی بہت قیمتی چیز۔۔۔ سونا۔۔۔ جواہرات۔۔۔!“

”مگر یہ طریقہ خطرناک ہے۔۔۔ اگر دو پیٹیاں گم ہو جائیں تو!“

”ٹھیک ہے! اسے بس ایک طرح کا جوا سمجھ لو۔ وہ پیٹیاں۔۔۔ ایسی کمپنیوں کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں، جو سانپ کی کھالوں کی تجارت کرتی ہیں۔ بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ کوئی قیمتی چیز اتنی لاپرواہی سے بھی بھیجی جاسکتی ہے۔۔۔!“

”مگر تمہارے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ نمبروں کے علاوہ اور بھی مختلف

نمبروں کی پیٹیاں ہوں گی جن میں مجھے صرف ایکس فائیو تھری نائین نمبر کی پیٹیاں غائب کرنی ہوں گی!"

"یقیناً تمہیں وہاں مختلف نمبروں کی پیٹیاں ملیں گی۔ یہ نمبر دراصل کھالوں کی اقسام کے ہوتے ہیں!"

"لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہی پیٹیاں کھلنے والی ہیں جن پر ایکس فائیو تھری نائین لکھا ہوا ہوتا ہے!"

"تم خواہ مخواہ بحث نکال بیٹھے ہو!" طارق بڑبڑایا!

"کچھ اور نہ سمجھنا پیارے!" عمران جلدی سے بولا۔ "میں صرف اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں سانپوں کی کھالیں ڈھونڈتا رہ جاؤں۔۔۔مجھے بڑی کوفت ہو گی!"

"بات یہ ہے کہ ایکس فائیو تھری نائین نمبر کی پیٹیاں کبھی گودام میں نہیں جاتیں! تیمور اور منیجر خاص طور سے اُن کی نگرانی کرتے ہیں اور کسی کو پتہ

نہیں چلنے پاتا کہ وہ پیٹیاں کہاں گئیں!"

"اوہو!" عمران نے کہا۔ "بس مجھے یقین آگیا! ان میں ضرور کچھ گھپلا ہے! اچھا پیارے! بس تم مجھے ایک دِن پہلے بتا دینا کہ کب مال اُترے گا!"

کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہو گئے۔ پھر طارق نے ناصر سے کہا۔

"یار ذرا۔۔۔ وہ اسکاچ کی بوتل تو نکالنا۔۔۔ اس دوستی کی خوشی میں کچھ ہو جائے!"

"نہیں دوست مجھے تو معاف ہی رکھو!" عمران نے کہا۔

"کیوں۔ کیوں!" طارق اور ناصر ایک ساتھ بولے۔

"استاد نے ہمیں یہ سکھایا ہی نہیں! ان کا قول تھا کہ جس دِن عورت یا شراب کے نزدیک بھی گئے اُسی دِن گردن پھنس جائے گی۔۔۔ یہ سب تو صرف شریف آدمیوں کے مشاغل ہیں!"

"گہرے ہو یار!" طارق اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "مگر پھر وہ جولیا کا

قصّہ!" اس پر عمران نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا اور کافی دیر تک ہنستے رہنے کے بعد بولا۔

"وہ سب بنڈل تھا! تم مجھے اپنے کام کے آدمی معلوم ہوئے تھے۔ اس لیے میں تم سے بے تکلّف ہونا چاہتا تھا!"

"کمال ہے!" طارق اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"صورت سے بالکل بے وقوف معلوم ہوتے ہو اور یہی تمہارے اُونچے ہونے کی دلیل ہے! کہیں مجھے تمہاری شاگردی نہ اختیار کرنا پڑے!"

"ارے ارے۔۔۔ بھلا یہ ہیچمدان عبد المنان کس قابل ہے!"

"واقعی تم کس قابل ہو! کے آئی ڈبل ایس۔۔۔ کس قابل!" طارق ہنس کر بولا۔

"اور کیا؟"

"اور تم بھیس بدلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے!"

(۱۳)

کیپٹن فیاض اُلجھنوں کا شکار تھا۔ اُسے بار ہا عمران کے ساتھ کام کرنے کا اتّفاق ہوا تھا۔ لیکن اس قسم کے حالات کبھی بھی نہیں پیش آئے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اسے عمران کا وارنٹ گرفتاری جیب میں ڈال کر اس کی تلاش میں سر گرداں رہنا پڑتا۔

فی الحال اس کے پاس دو کیس تھے! ایک تو بوڑھے کروڑپتی ارشاد کا معاملہ اور دوسرا عمران۔ عمران والا کیس تو خیر اس نے خود ہی اپنے ہاتھ میں لیا تھا ورنہ وہ تو قطعی سول پولیس کا کیس تھا!

ان دونوں کی دوستی بڑی عجیب تھی۔ فیاض کبھی عمران کے لیے اپنے دل میں بے پناہ خلوص محسوس کرتا تھا اور کبھی اس سے اتنی نفرت ہو جاتی تھی کہ اس کا تصوّر بھی گراں گزرتا۔

عمران نے اُس سے تیمور اینڈ بارٹلے والوں کی کسی غیر قانونی حرکت کا تذکرہ کیا تھا لیکن اس کی نوعیت ہی نہیں بتائی تھی۔ اس کے بعد ہی ارشاد والا واقعہ سامنے آیا۔ اس کا کچھ نہ کچھ تعلق تیمور اینڈ بارٹلے والوں سے بھی تھا۔۔۔ پھر ایک ایسی کار میں بم کا دھماکہ ہوا جو تیمور اینڈ بارٹلے نے کہا کہ وہ کار اُن کے یہاں سے چرائی گئی تھی۔ زخمی ہونے والوں نے بھی اس کا اعتراف کیا کہ حقیقتاً وہ اس کار کو چُرا لے جانا چاہتے تھے لیکن وہ اس سے واقف نہیں تھے کہ کار میں کسی جگہ بم چھپا ہوا ہے۔ اس کے بعد ہی تیسرا شگوفہ کھلا یعنی عمران پر فرم کی طرف سے غبن کا الزام عائد کر کے پولیس کی مدد طلب کی گئی۔ ان سب باتوں کے پیشِ نظر فیاض نے اپنی تمام تر توجّہ اس فرم پر مرکوز کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پانچویں حیرت انگیز حقیقت اس کے سامنے آ گئی! وہ یہ

کہ بوڑھے ارشاد کا بھی کافی سرمایہ فرم میں لگا ہوا تھا۔۔۔ اب وہ معاملہ اور زیادہ اُلجھ گیا۔

فیاض نے ایک بار پھر تیمور کو اپنے آفس میں طلب کیا! تیمور نے اپنے منیجر کو بھیج دیا خود نہیں آیا۔

فیاض بہت زیادہ جھلّایا ہوا تھا کیونکہ ارشاد والے معاملے میں پوچھ گچھ کے دوران میں اُن لوگوں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ارشاد بھی فرم کے حصّے داروں میں سے تھا۔۔۔ وہ تو اِتّفاقاً اس تفتیش کے دوران میں اس کی نظروں سے چند کاغذات گزرے جن سے اسے ارشاد کی شراکت کا علم ہو گیا۔ ورنہ شاید یہ نکتہ تاریکی ہی میں رہتا۔

فیاض منیجر پر برس پڑا۔

"مجھے اس کا جواب چاہیے کہ یہ بات چھپائی کیوں گئی!" اس نے کہا۔

"جناب آپ نے اس کے متعلّق پوچھا کب تھا۔" منیجر نے جواب دیا۔

”یہ بات بہر حال میرے سامنے آنی چاہیے تھی!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح۔۔۔اس سے آپ کی تفتیش کا کیا تعلّق ہو سکتا ہے۔یہ ایک کاروباری بات تھی۔اب آپ نے پوچھا ہے تو ہم بتا سکتے ہیں کہ ارشاد صاحب بھی فرم کے حصّہ داروں میں سے تھے!“

”کتنے کے حصّے دار تھے!“

”مجھے زبانی یاد نہیں۔کاغذات دیکھ کر بتایا جا سکتا۔“

اس کے بعد فیاض کی گاڑی پھر ٹھپ ہو گئی۔اگر اس نے یہ بات فیاض کو پہلے نہیں بتائی تھی تو اس پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں تھی۔یہ حرکت غیر قانونی نہیں کہی جا سکتی تھی۔اچانک فیاض کو کار والا حادثہ یاد آ گیا اور اس نے گفتگو کا رُخ اس کی طرف موڑ دیا۔

”کار کی چوری کی رپورٹ پہلے ہی کیوں نہیں لکھائی گئی تھی!“

”جب علم ہوا تو لکھائی گئی۔۔۔وہ کار بہت کم استعمال میں رہتی تھی!“

یہ بات بھی ختم ہو گئی۔۔۔ اور فیاض کو اسے دو چار دھمکیاں دے کر رُخصت کر دینا پڑا۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔ سب سمجھتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔ "بس وقت کا انتظار ہے! تم جا سکتے ہو۔"

لیکن اس کے فرشتوں کو بھی کسی خاص بات کا علم نہیں تھا، ویسے سب سے بڑی خاص بات یہی تھی کہ عمران اپنا وقت یونہی نہیں برباد کر رہا تھا۔

(۱۴)

مگر فیاض کی اس دھمکی نے تیمور اور اس کے منیجر کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ دونوں کافی دیر سے کسی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔

"اس دھمکی کا مطلب یہ ہے کہ انہیں شُبہ ہو گیا ہے!" تیمور نے کہا۔

"جب یہ بات طارق کو معلوم ہو گئی ہے تو پولیس کیسے لاعلم ہو سکتی ہے۔" منیجر بولا۔

"خیر طارق کی بات چھوڑو! اس نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے

کہ اسے بھی صرف شُبہ ہی ہوا ہے حقیقت نہیں معلوم!"

"اس کی تو فکر نہ کیجیے۔" منیجر نے کہا۔ "جس دِن بھی داؤ چل گیا صاف ہو جائے گا!"

"اور اس اکاؤنٹنٹ کے بارے میں کچھ معلوم ہوا۔۔" تیمور نے پوچھا۔

"اکاؤنٹنٹ!" منیجر کچھ سوچنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ بھی طارق ہی کے آدمیوں میں سے کوئی تھا اور سُنیے، ڈکٹافون کا ایک سیٹ میرے کمرے میں بھی ملا ہے!"

"میرا خیال ہے کہ طارق کسی منظّم گروہ سے تعلّق رکھتا ہے ورنہ مجھے اس طرح چیلنج کرنے کی ہمّت نہیں کر سکتا تھا!" تیمور بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ طارق اب تک زندہ ہو!"

منیجر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ٹونی اور بارکر کی ناکامی کے باوجود بھی وہ نہ بچ سکا ہو گا۔"

”کیوں کس طرح!“ تیمور نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”میں بھی آپ کو نہیں بتانا چاہتا تھا لیکن تذکرہ آ ہی گیا ہے تو سنیے۔۔۔ مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ طارق کو اصلیت کا علم نہیں ہے۔ وہ صرف اتنا جانتا ہے ایکس فائیو تھری نائین نمبر کی پیٹیاں گودام میں نہیں جاتیں اور اُسی سے اس نے اندازہ کیا ہو گا کہ ان پیٹیوں میں کوئی خاص چیز ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایکس فائیو تھری نائین کا نمبر اُس کے لیے خاص کشش رکھتا ہو گا۔ اس نفسیاتی نکتے کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے ایک حرکت کی اور وہ سو فی صدی کامیاب رہی۔ ایکس فائیو تھری نائین کی ایک خالی پیٹی میں دو زہریلے سانپ پیک کئے اور اُس پیٹی کو اپنے کمرے میں چھپا دیا۔ شام کو آفس سے جاتے وقت اُسے کمرے سے نکالا۔ ناصر آفس کے باہر موجود تھا۔ میں نے خاص طور سے اُسے پیٹی کا نمبر دکھانے کی کوشش کی لیکن اس انداز میں کہ اسے تصنّع کا شُبہ نہ ہو سکے۔ ناصر پیٹی کو میرے ہاتھ میں دیکھتے ہی وہاں سے کھسک گیا اور میں کار میں بیٹھ کر نکل پڑا۔ کچھ ہی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ ایک

موٹر سائیکل میری کار کا تعاقب کر رہی ہے۔ موٹر سائیکل پر طارق تھا۔ میں نے رفتار تیز کر دی۔ گھر تک پہنچنے کے لیے مجھے ایک ویران سڑک سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہیں طارق کی موٹر سائیکل کار کے برابر چلنے لگی۔ اس نے مجھ سے کار روکنے کا کہا۔ میری کار اور موٹر سائیکل ساتھ ہی رُکیں اور طارق نے جھپٹ کر پیٹی اُٹھالی جو کار کی پچھلی سیٹ پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ پیٹی پر قبضہ کر لینے کے بعد اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا بس اب جاؤ۔ کوئی حرکت کرو گے تو بے دریغ گولی مار دوں گا! بہر حال میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ٹونی اور بار کر پہلے ہی اُس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ اُسے پیٹی کھولنے کا موقع ہی نہ دیں۔ میں چاہتا تھا کہ وہ جنگل میں اپنی کمین گاہ میں پہنچ کر اُسے کھولے اور پھر اندھیرے میں اُسے سنبھلنے کا بھی موقعہ نہ مل سکے۔"

"مگر وہ تو اِس وقت تک زندہ تھا۔" تیمور نے کہا۔

"جی ہاں۔۔۔ اور مجھے۔۔۔ یقین ہے کہ اس نے اس وقت تک اسے کھولا

نہیں تھا۔ ٹونی اور بار کر نے یہی رپورٹ دی ہے۔۔۔!"

"پھر ٹونی اور بار کر سے اس پر حملہ کروانے کی کیا ضرورت تھی۔" تیمور نے پوچھا۔

"میں نے ان گدھوں سے یہ ہر گز نہیں کہا تھا کہ وہ اس پر حملہ کریں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اس پیٹی کو بے اطمینانی اور جلدی کی حالت میں کھولے اور اُن سانپوں کا شکار ہو جائے۔ دراصل اُن دونوں نے محض اپنے بچاؤ کے لیے اُس پر حملہ کیا تھا۔ انہیں شُبہ ہو گیا تھا کہ طارق وہاں اُن کی موجودگی سے آگاہ ہے لہٰذا قبل اس کے کہ وہ اُن پر ہاتھ ڈالتا انہوں نے خود ہی پر حملہ کر دیا۔۔۔"

"اور اُس کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے!" تیمور نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"یقیناً۔۔۔ اگر اس قسم کا کوئی حملہ میری اسکیم کے مطابق ہوتا تو ضرور کامیاب ہوتا!"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر تیمور نے پوچھا! ”شکاریوں میں سے کون کون اُس کے ساتھ ہے!“

”بظاہر تو کوئی بھی نہیں ہے حتیٰ کہ ناصر بھی یہی کہتا ہے کہ وہ فرم کا ملازم ہے اور فرم کے مفاد کے مقابلے میں اپنی اور طارق کی دوستی کی بھی پرواہ نہیں کرے گا!“

”شکاریوں سے طارق کے متعلّق پوچھ گچھ کی تھی!“

".جی ہاں! وہ لاعلمی ظاہر کرتے ہیں! انہوں نے اسے حملے کی رات کے بعد سے اب تک نہیں دیکھا۔۔۔!“

”ناصر کیمپ میں موجود ہے!“

”لیکن!“ تیمور کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”ٹونی اور بارکر کے مطابق حملے والی رات کو ناصر بھی طارق کے ساتھ تھا۔“

”جی ہاں اور مجھے اُن دونوں کے بیان پر یقین ہے۔۔۔ فی الحال میں نے ناصر کو

ڈھیل دے رکھی ہے۔ اس بار کا مال اُتروالو پھر اُس سے بھی سمجھ لوں گا!"

"گویا تمہیں یقین ہے کہ طارق مر گیا ہو گا!" تیمور نے مُسکرا کر پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے یقین ہے!"

"کیا وہ سانپ اتنے زہریلے تھے کہ طارق پانی بن کر بہہ گیا ہو گا۔ آخر اس کی لاش کیا ہو گئی۔ تمہارے بیان کے مطابق اگر ناصر طارق کا ساتھی ہے تو اس نے طارق کی موت کی اطلاع شکاریوں کو کیوں نہیں دی۔۔۔ ظاہر ہے کہ وہ اس کی کمین گاہ سے واقف رہا ہو گا!"

"اونہہ!" منیجر نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ اگر وہ زندہ بھی ہے تو کیا ہوا۔ میں اُسے ٹھکانے لگا دینے کا ذمّہ لیتا ہوں!"

"اتنی دیر بعد ایک بات کام کی کہی ہے تم نے۔ خیر! چھوڑو ان تذکروں کو۔۔۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ اس بار مال اُتارنے میں احتیاط برتی جائے۔۔۔ طارق کی وجہ سے نہیں کر رہا۔۔۔ بلکہ پولیس۔۔۔ کیپٹن فیاض کی دھمکی کچھ

نہ کچھ معنی ضرور کھتی ہے!“

(۱۵)

عمران ٹھیک نو بجے رات کو طارق کی کمین گاہ میں داخل ہوا آج اس کا حلیہ کچھ اور تھا طارق اسے دیکھتے ہی کلہاڑا ٹیک کر اٹھا!

"ہیچمدان۔۔۔ عبد المنان میری جان۔۔۔!" عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"ہائیں۔۔۔! یہ تم ہو!" طارق نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔

"سو فیصدی میں ہی ہوں!"

”یار تم آدمی ہو یا شیطان!“

”شیطانوں کو آدمی اور آدمیوں کو شیطان معلوم ہوتا ہوں! باقی سب خیریت ہے!“

”کیا رہا!“

”بتاتا ہوں! تم فکر نہ کرو! پہلے مجھے کافی پلاؤ! بہت تھک گیا ہوں!“

طارق نے کافی کا برتن انگیٹھی پر رکھ دیا اور اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا!

”اگر تم نے کوئی بُری خبر سنائی تو میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔ کیونکہ تم نے آج مجھے یہاں سے نہیں نکلنے دیا۔ اگر اس بار کی پیٹیاں ہمارے ہاتھ نہ آئیں تو بہت بُرا ہو گا۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ پھر آئندہ وہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار کریں!“

”میں تمہاری طرح الاڑی۔۔۔ نہیں۔۔۔ اکاڑی۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔

آہا۔۔۔ اناڑی۔۔۔ اناڑی۔۔۔ میں تمہاری طرح اناڑی نہیں ہوں۔ ہمیشہ پکّا کام کرتا ہوں!"

"پیٹیاں اُڑادی تم نے!" طارق سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"بس اُڑی ہی سمجھو!"

"کیا مطلب۔۔۔!"

"میں اُنہیں اُن کے گھر تک پہنچا آیا ہوں!"

"صاف صاف بتاؤ!" طارق جھنجھلا گیا۔

"صاف صاف بتا رہا ہوں!"

"عبدالمنان۔۔۔!" طارق غرّایا!

"ارے تم بگڑے کیوں ہو! پہلے مجھے کافی پی لینے دو! پھر اطمینان سے بتاؤں گا!"

"میں بہت بُرا آدمی ہوں!" طارق نے کلہاڑے کے دستے کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"غلط کہتے ہو تم۔۔۔! صورت سے میاں آدمی معلوم ہوتے ہو! اگر داڑھی رکھ لو تو ہم جیسے لوگ بھی تمہارا احترام کریں۔ چلو کافی پلاؤ یار۔۔۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے!"

"انڈیل کر پی لو۔۔۔!" طارق نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ عمران نے محسوس کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ کلہاڑے کے دستے پر ہے اور داہنا جیب میں! وہ جانتا تھا کہ طارق ریوالور بھی رکھتا ہے لیکن وہ بڑی بے پروائی سے کپ میں کافی انڈیلنے لگا۔ کافی کی دو تین چسکیاں لینے کے بعد اس نے کہا۔ "کل پندرہ پیٹیاں ہیں۔ میں نے اچھی طرح شمار کیا تھا مگر یار مجھے وزن کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوا!"

"کیا تم نے اُٹھا کر دیکھا تھا!" طارق نے پوچھا۔

”نہیں! اٹھانے والوں کی شکلیں دیکھی تھیں۔۔۔! بوجھ اٹھانے والے کی شکل ہی دیکھ کر وزن کا اندازہ ہو جاتا ہے۔۔۔غالباً تم سمجھ گئے ہو گے!“

”ہاں! میں سمجھ گیا ہوں! لیکن تم نے تو کہا تھا کہ میں انہیں راستے ہی سے غائب کر دوں گا!“

”ہاں میں جادُوگر ہوں نا! چھُو کیا اور معاملہ صاف! یار طارق تم نے عقل تو نہیں بیچ کھائی۔۔۔معلوم ہوتا ہے کہ تم نے چھو منتر والے جاسوسی ناول بہت پڑھے ہیں!“

”تو پھر کیا جھک مارتے رہے ہو!“ طارق پھر جھلّا گیا۔

”چلو یہی سمجھ لو۔۔۔لیکن میں ابھی تھوڑی دیر میں تمہاری آنکھیں کھول دوں گا!“

طارق کچھ نہ بولا۔ وہ تیز نظروں سے عمران کو گھور رہا تھا۔ عمران سر جھُکائے ہوئے کافی پیتا رہا۔ پھر پیالہ خالی کرنے کے بعد اُسے زمین پر پٹخ کر آستین سے

ہونٹ خشک کرنے لگا۔

”میں سمجھا!“ طارق غرّایا! ”تمہاری نیّت میں فتور آ گیا ہے اور تم اکیلے ہی ہضم کرنا چاہتے ہو!“

”بس اب چپ رہو! ورنہ مجھے غصّہ آ جائے گا اور مجھے غصّہ آنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں ہفتوں ہسپتال میں پڑا رہوں!“

”بتاؤ! وہ پیٹیاں کہاں ہیں؟“ طارق نے کسی سانپ کی طرح پھنکار کر ریوالور نکال لیا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ واہ یار۔۔۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔۔۔ لا لا حول شاید میں غلط بول رہا ہوں! وہ کیا محاورہ ہے نیکی کا پھل۔۔۔ نہیں۔۔۔ کیا کہتے ہیں۔۔۔ تم ہی بتاؤ۔۔۔ میں کونسا محاورہ استعمال کرنا چاہتا ہوں اس موقع پر۔۔۔ موقع کا کوئی شعر یاد نہیں ہے۔ ورنہ وہی سناتا۔۔۔“

”پیٹیاں کہاں ہیں!“ طارق گرج کر بولا۔

”وہ بعد کو پوچھنا۔۔۔ پہلے محاورہ۔۔۔ آہا۔۔۔ یاد آ گیا۔۔۔ نیکی برباد گناہ لازم۔۔۔ اور دوسرا ابھی یاد آ گیا۔۔۔ غالباً حاتم طائی کا محاورہ ہے۔۔۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔۔۔ ویسے اُردو کے ایک مصنّف نے شادی کر دریا میں ڈال بھی لکھا ہے۔۔۔ جو بھی پسند آئے اس موقعے کے لیے منتخب کر لو!“

”تم نہیں بتاؤ گے!“

”سنو! جیفرسن روڈ پر کھاد بنانے کے کارخانے کے قریب ایک عمارت ہے۔۔۔ اس کے علاوہ وہاں اور کوئی عمارت نہیں ہے۔۔۔ وہ پیٹیاں اُسی عمارت میں ہیں!“

”ریگل لاج میں!“ طارق جلدی سے بولا۔ ”وہ۔۔۔ وہ عمارت تیمور ہی کی ہے۔۔۔!“

”میں ابھی ایک گھنٹہ پہلے ان دونوں کو اُسی عمارت میں چھوڑ کر آیا ہوں!“ عمران نے کہا۔

”پیٹیاں وہیں ہیں!“ طارق نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ہاں! اور وہ دونوں بھی وہیں ہیں! اُن کے علاوہ کوئی نہیں ہے! ہم انہیں دِن دہاڑے لوٹ سکتے ہیں!“

”اس غلط فہمی میں نہ رہنا!“ طارق نے سنجیدگی سے کہا۔ ”تیمور اور منیجر دونوں ہی خطرناک آدمی ہیں۔۔۔ دولت نے انہیں بظاہر شریف بنا رکھا ہے لیکن وہ مُردار خور گیدڑوں سے بھی بدتر ہیں۔۔۔ خصوصاً تیمور کے ہاتھ میں اگر ریوالور ہو تو وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔۔۔!“

”ارے چھوڑو بھی! ابھی تم بھی تو دیوانے ہو گئے تھے۔ پھر کیوں جیب میں رکھ لیا ریوالور، ارے ہم وہ ہیں کہ توپوں کے رُخ پھیر دیں۔۔۔ چلو اُٹھو! اگر اسی وقت ساری پیٹیاں سمیٹ نہ لوں تو مُنہ پر تھوک دینا یا مجھ سے کہنا۔ میں چاند پر تھوکوں گا اور وہ اُلٹ کر خود میرے منہ پر آ جائے گا۔۔۔ محاورہ۔۔۔!“

”محاورہ نہیں !کام کی بات کرو !تمہاری اسکیم کیا ہے !“

”دونوں کو پکڑ کر اچھی طرح مرمّت کریں گے اور اُن کی آنکھوں کے سامنے ساری پیٹیاں نکال لائیں گے ! کیا تم یہ سمجھتے ہو وہ اس کی رپورٹ پولیس کو دے سکیں گے !“

”کچھ کہا نہیں جا سکتا ! مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ دونوں اس عمارت میں تنہا ہی ہوں گے !“

”اچھا تم ہی اپنی اسکیم بتاؤ !“ عمران نے کہا۔

”میری اسکیم فی الحال کوئی بھی نہیں ہے !ان پیٹیوں کا اس عمارت تک پہنچ جانا اچھا نہیں ہوا۔۔۔نہ تم نے خود کچھ کیا اور نہ مجھے کرنے دیا۔“

”تم کیا جانو کہ میں نے کیا کِیا ہے۔ میری جگہ ہوتے تو آنکھیں نکل پڑتیں۔“

”اور کیا کِیا ہے تم نے۔۔۔!“

”گُر کی باتیں تو میں اپنے باپ کو بھی نہ بتاؤں گا !میں نے تم سے پیٹیوں کا وعدہ

کیا ہے وہ تمہیں اِس وقت سے لے کر تین بجے کے اندر اندر مل جائیں گی۔ دل چاہے میری مدد کرو نہ دل چاہے نہ کرو۔ میں تم سے اِس کے لیے بھی نہ کہوں گا۔ بس دُور سے تماشہ دیکھتے رہنا۔ گیارہ بجے تک کھاد کے کارخانے کی آخری شفٹ چلتی ہے۔ اس کے بعد وہ بند کر دیا جاتا ہے۔ ہمیں اُس کے بند ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا! بہر حال میں ٹھیک بارہ بجے اس عمارت میں داخل ہو جاؤں گا۔۔۔ سمجھے!"

"وہاں پہنچ کر کیا کرو گے!"

"انڈے دوں گا!" عمران جھنجھلا گیا۔ "تمہیں اس سے کیا سروکار کہ میں کیا کروں گا! پٹیاں تم مجھ سے لینا! اگر تمہیں ان دونوں سے خوف معلوم ہوتا ہو تو باہر ہی میرا انتظار کرنا۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ اگر میں مارا جاؤں گا تو دم دبا کر بھاگ آنا بس۔"

"تم مجھے بزدل سمجھتے ہو!" طارق غرّایا۔

”باتیں تو بزدلوں کی سی کرتے ہو۔۔۔!“

”چلو اُٹھو!“ طارق اس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔

”مگر میں ناصر کو نہیں لے جاؤں گا!“

”کیوں!“

”بیوقوف آدمی ہے! کام بگڑ جائے گا! وہ تمہاری طرح ذہین اور معاملہ فہم نہیں ہے!“

”ہوں! تو چلو!“

”تمہاری موٹر سائیکل کہاں ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”چلو وہ بھی مل جائے گی!“

طارق نے اپنا ریوالور لوڈ کیا۔ کچھ زائد کارتوس بھی جیب میں ڈالے اور وہ دونوں غار سے نکل آئے۔ طارق نے موٹر سائیکل ایک جگہ جھاڑیوں میں چھپا رکھی تھی۔

تھوڑی دیر بعد موٹر سائیکل کی تیز آواز جنگل کے سنّاٹے میں گونج رہی تھی۔

منزل مقصود تک پہنچنے میں صرف ایک گھنٹہ صرف ہوا اور موٹر سائیکل سڑک کے کنارے ایک نالے میں اُتار دی گئی۔ یہاں چاروں طرف سنّاٹا تھا۔ کھاد کی فیکٹری بند ہو چکی تھی۔۔۔ اِن اطراف میں اُس فیکٹری اور ریگل لاج کے علاوہ اور کوئی عمارت نہیں تھی۔ وہ دونوں ریگل لاج کی طرف بڑھنے لگے۔۔۔ باہر کی طرف کھُلنے والی کسی بھی کھڑکی میں روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

"یہاں کتّے ضرور ہوں گے!" طارق بولا۔

"ہیں! لیکن صرف دو عدد اور وہ اندر اپنے بستروں پر دراز ہوں گے لیکن ان میں سے ایک بھی بھونکنا نہیں جانتا! وہ صرف کاٹنے والے کتّے ہیں۔۔۔ خیر آؤ!"

عمران نے آگے بڑھ کر ایک کھڑکی کے شیشے توڑے اور اندر ہاتھ ڈال کر

چٹخنی نیچے گرادی۔ پھر کھڑکی کھول کر وہ دونوں اندر کود گئے۔ چاروں طرف تاریکی تھی! عمران نے جیب سے ٹارچ نکالی اور وہ اس کی مدھم سی روشنی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ ابھی تک انہیں ٹارچ کی روشنی کے علاوہ اور کوئی دوسری روشنی نہیں دکھائی دی تھی۔ وہ خاموشی سے مختلف کمروں سے گزرتے رہے!

اچانک وہ بے تحاشہ چونکے کیونکہ اب وہ جس کمرے سے گزر رہے تھے وہ یک بیک روشن ہو گیا تھا۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ اُوپر اٹھالو!" کسی نے پشت سے کہا اور عمران دھڑام سے پیچھے کی طرف چاروں خانے چت گرا۔ طارق اس کی اس حرکت پر بوکھلا گیا کیونکہ اُس نے فائر کی آواز بھی نہیں سُنی تھی۔ دو ریوالوروں کی نالیں اُس کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔

"تم اِسے دیکھو!" تیمور نے منیجر سے کہا۔ اشارہ عمران کی طرف تھا!

منیجر ریوالور کا رُخ اُس کے سینے کی طرف کئے ہوئے آگے بڑھا! تیمور طارق کی طرف متوجّہ تھا۔ عمران نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر منیجر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ عمران اس وقت عبدالمنان کے حلیے میں نہیں تھا ورنہ شاید طارق سے پہلے اس کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ بہرحال عمران کی اس بے تکلّفانہ اشارے بازی پر منیجر بوکھلا ضرور گیا تھا۔ وہ ریوالور کی نال اُس کے سینے کی طرف اٹھائے حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ عمران نے مُسکرا کر اُسے آنکھ ماری اور برابر مُسکراتا رہا۔ منیجر بھی خواہ مخواہ مُسکرا پڑا۔ لیکن پھر اس حماقت کا احساس ہوتے ہی فوراً سنجیدہ ہو گیا۔

”نہیں پہچانا!“ عمران نے بے تکلّفانہ انداز میں کہا۔ ”اس سالے کو بڑی مشکل سے پھانس کر لایا ہوں!“ عمران نے یہ بات اتنی اونچی آواز میں کہی تھی کہ طارق اور تیمور بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے اور طارق نے عمران کو ایک گندی سی گالی دی۔

”تم کون ہو!“ عمران نے نرم لہجے میں پوچھا۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ خود بخود

نیچے جھک گیا۔ وہ غیر ارادی طور پر عمران کے قریب آ گیا تھا۔

اچانک عمران نے لیٹے ہی لیٹے دونوں پیر جوڑ کر اس کے پیٹ پر رسید کر دیے اور وہ ایک بھیانک چیخ کے ساتھ تیمور پر جا پڑا۔۔۔ دونوں فرش پر ڈھیر ہو گئے!

”طارق سنبھالو انہیں!“ عمران چیخا۔

طارق اس سے پہلے ہی ہوشیار ہو چکا تھا اور پھر اُن دونوں کو فرش سے اُٹھنا نہ نصیب ہوا۔۔۔ طارق اور عمران نے گھونسے مار مار کر ان کے حواس درست کر دیے! دونوں کے ریوالور ان سے بہت دُور پڑے ہوئے تھے۔

”اب انہیں باندھ دو۔۔۔!“ عمران نے کہا۔ ”ریشم کی ڈور میری جیب میں موجود ہے!“

ان دونوں میں بالکل سکت نہیں رہ گئی تھی۔ اس دوران میں ان کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔

طارق اور عمران نے ان کے ہاتھ پیر باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔

"یار۔۔۔ میں توڈر ہی گیا تھا!" طارق نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔

"استاد مانتے ہو یا نہیں!" عمران نے کہا۔

"مانتا ہوں! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ مجھے تمہاری شاگردی اختیار کرنی پڑے گی۔" پھر طارق ایک کرسی پر بیٹھ کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا! "تم یہیں ٹھہرو!" عمران نے اس سے کہا۔ "میں ذرا دیکھوں کہ وہ پیٹیاں کہاں ہیں!"

"نہیں ہیں! وہ یہاں نہیں ہیں!" دفعتاً تیمور حلق پھاڑ کر چیخا۔

"عبدالمنان کبھی غلط بات نہیں کہتا!"

"عبدالمنان۔۔۔!" دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"جی ہاں! ملاحظہ فرمایئے!" عمران نے اپنی مصنوعی مونچھیں اُکھاڑیں اور ناک پر سے پلاسٹک کا خول بھی اُتار دیا اور پھر مُسکرا کر بولا۔ "اب آپ لوگ چونّی والے تماشائیوں کی طرح تالیاں بجایئے!"

وہ ان تینوں کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ ان دونوں کے ریوالور بھی وہ اپنے ساتھ ہی لیتا گیا تھا۔

”کیونکہ تیمور صاحب! اب کیا خیال ہے!“ طارق نے پائپ سلگا کر آرام کرسی میں نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

”تم کیا کرنا چاہتے ہو!“ تیمور نے کہا۔

”میں تو صرف وہ پیٹیاں لے جاؤں گا اور تم لوگوں کا کیا حشر ہو گا۔ اس کا فیصلہ میرا ساتھی کرے گا!“

”ان پیٹیوں میں کیا ہے؟“ تیمور نے پوچھا۔

”جو کچھ بھی ہو! مجھے اس سے بحث نہیں ہے!“

”ان پیٹیوں میں لاکھوں کا مال ہے!“ تیمور کے ہونٹوں پر شیطانی مُسکراہٹ ناچنے لگی! ”لیکن تم اس سے فائدہ اٹھانے کی ہمّت بھی نہیں کر سکو گے! جانتے ہو! اُن میں کیا ہے!“

”جواہرات یا سونا۔۔۔!“ طارق نے لاپروائی سے جواب دیا۔

اس پر تیمور اور اس کا منیجر بے ساختہ ہنس پڑے۔

”بھولے لڑکے!“ تیمور نے سنجیدگی سے کہا۔ ”تم جلد باز ہو! میں جانتا ہوں کہ طاقتور اور دلیر ہو۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ شہر میں ڈالے جانے والے بڑے ڈاکوں میں تمہارا ہاتھ ضرور ہوتا ہے لیکن تم ان پیٹیوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے! کیونکہ ان میں کوکین ہے اور کوکین فروخت کر لینا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے تنظیم ضروری ہے۔۔۔!“

”کوکین!“ طارق کے ہاتھ سے پائپ چھوٹ پڑا۔۔۔ ”نہیں! تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو!“

”وہ مردود گیا ہے! ابھی تم دیکھ لینا!“

طارق کا منہ لٹک گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود کو بے وقوف محسوس کر رہا ہو!

”بولو! کرتے ہو معاملہ!“ تیمور نے اُسے خاموش دیکھ کر کہا۔ ”اس پورے مال کے نفع پر چوتھا حصّہ تمہارا اور یہ چوتھا حصّہ پچاس ہزار روپے سے کسی طرح کم نہ ہو گا۔۔۔“

طارق کچھ نہ بولا!

”چلو کھول دو ہمیں! تم اس راز سے واقف ہو گئے ہو، لہٰذا تمہیں حصّہ دار تو بنانا ہی پڑے گا!“

”لیکن اگر تم اپنے وعدے سے پھِر گئے تو!“

”تمہارے ہاتھ ہر وقت ہماری گردنوں تک پہنچ سکیں گے کیونکہ تم ہمارے راز سے واقف ہو گئے ہو!“

”ہاں اچھا! ٹھیک ہے!“ طارق انہیں کھولنے کے لیے اُٹھا ہی تھا کہ عمران کمرے میں داخل ہوا۔

”یار عبدالمنان!“ اس نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”ساری محنت برباد ہو گئی!“

”کیوں کیا ہوا۔۔۔؟“

طارق نے تیمور سے جو کچھ سُنا تھا دہرا دیا اور پھر بولا۔ ”نفع کا چوتھا حصّہ کم نہیں ہو سکتا! اس میں سے آدھا تمہارا اور آدھا میرا۔ چلو کھولو انہیں!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے! مگر ٹھہرو! اس طرح ان کی بات پر یقین کر لینا ٹھیک نہیں ہے! ان سے باقاعدہ تحریری اعتراف نامہ حاصل کیا جائے۔ اسے ہم اپنے پاس رکھیں گے تاکہ ہمیشہ نفع کی رقم ہمیں ملتی رہے۔“

”ہم کوئی تحریر ہرگز نہیں دیں گے!“ تیمور غرّایا۔

”تم کیا تمہارے باپ بھی دیں گے! میں طارق کی طرح بھولا نہیں ہوں سمجھے۔۔۔! میں کوکین کی فروخت کا بھی انتظام کر سکتا ہوں۔ نہیں طارق۔ انہیں اُٹھا کر اُس کمرے میں لے چلو، جہاں لکھنے کی میز ہے۔۔۔ جلدی کرو یار۔۔۔ چلو بھی!“

ان دونوں کو اُٹھا کر دوسرے کمرے میں لایا گیا۔ یہاں فون بھی موجود تھا اور لکڑی کی پندرہ عدد پیٹیاں ایک ڈھیر کی صورت میں پڑی ہوئی تھیں!

"تمہارا جو دل چاہے کرو!" تیمور چیخا۔ "لیکن ہم سے کوئی تحریر ہرگز نہیں لے سکتے!"

عمران ہنسنے لگا پھر اس نے طارق سے کہا۔

"ذرا اپنا ریوالور تو نکالنا۔۔۔ انہیں اپنے بہتیرے راز اُگلنے پڑیں گے!"

طارق نے ریوالور نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے بائیں ہاتھ میں ریوالور پکڑا اور داہنے ہاتھ سے طارق کے جبڑے پر ایک زوردار گھونسہ رسید کر دیا!

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ یہ کیا۔۔۔!" طارق فرش پر ڈھیر ہوتا ہوا چیخا۔

"نفع کی رقم کا چوتھا حصّہ۔ اس کا آدھا مجھے دے سکتے ہو تو دے دو!" عمران نے اُسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ اس پر بڑی تیزی سے گھونسوں، تھپڑوں اور

لاتوں کی بارش کرتا رہا۔

"ابے کیا پاگل ہو گیا ہے۔۔۔!" طارق نے اس کی گردن پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں، نہ آدھا۔۔۔ نہ چوتھائی! یہ ساری کوکین میں ہضم کروں گا! مجھ سے جو بچے گی وہ میرے بال بچّے کھائیں گے!" عمران نے کہا اور اس کا ہاتھ مروڑ کر اُسے اوندھا کر دیا۔ پھر پشت پر گھٹنا ٹیک کر جیب سے ریشم کی تیسری ڈور نکالی اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے ہاتھ پشت پر باندھ دیے۔ اس دوران میں طارق کے مُنہ سے گالیوں کا طوفان اُمڈتا رہا۔ تیمور اور مینجر بے تحاشہ ہنستے رہے۔

"کیوں طارق! اب کیسی رہی!" تیمور نے جلے بُھنے لہجے میں کہا۔ "تم نے جو کنواں اپنے مالک کے لیے کھودا تھا اس میں خود بھی گِر گئے!"

"یہ بات تم نے پتے کی ہے۔ تیمور صاحب!" عمران سر ہلا کر بولا!

پھر وہ فون کی طرف بڑھا اور کسی کے نمبر ڈائل کر کے ماؤتھ پیس میں بولا۔

”ہیلو! انٹیلی جنس بیورو۔۔۔ کیپٹن فیاض کہاں ہیں! گھر پر۔۔۔ اچھا شکریہ!“

عمران ڈس کنکٹ کر کے دوسرے نمبر ڈائل کرنے ہی جا رہا تھا کہ تینوں بیک وقت چیخے۔

”تم یہ کیا کرنے جا رہے ہو!“

”اس کوکین کی تقسیم کا انتظام! آخر میں اکیلے کتنی کھاؤں گا!“ عمران نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا اور کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کرنے لگا!

”تمہیں اس سے کیا فائدہ پہنچے گا!“ تیمور گھگھیایا۔ ”چلو نفع کی آدھی رقم پر معاملہ طے کر لو!“

”طے کرنے کی کیا ضرورت ہے! نفع کی پوری رقم ہر حال میں میری ہے!“ عمران نے کہا۔ پھر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ”ہیلو! کیا سو رہے تھے! ہاں ہاں! میں ہی بول رہا ہوں میری جان عبد المنان! یعنی علی عمران۔ ایم، ایس، سی، پی۔

ایچ۔ڈی گورداسپور۔۔۔ ہیلو! ہاں! آؤ۔۔۔ گرفتار کر لو مجھے! مسٹر تیمور بھی یہاں موجود ہیں اور اُن کے منیجر بھی اور ایک تیسرا مُرغ جس کی تمہیں عرصہ سے تلاش تھی۔ وہی جس نے تین ماہ گزرے بینک آف چائنا میں ڈاکہ ڈالا تھا۔ اس کا نام طارق ہے۔ وہاں کی تجوریوں پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات اور طارق کی انگلیوں کے نشانات میں تم کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔۔۔ اچھا تم ہی بتاؤ کہ میں کہاں سے بول رہا ہوں۔۔۔! جیفرسن روڈ۔۔۔ کھاد کی فیکٹری کے سامنے ریگل لاج ہے۔۔۔ یہ عمارت تیمور کی ملکیت ہے۔۔۔! یہ تینوں مجھے بے تحاشہ گالیاں دے رہے ہیں! اس لیے فوراً آؤ۔۔۔ اس وقت میرے قبضے میں لاکھوں روپے کی کوکین ہے۔۔۔ ہاں میری جان! کیوں مزہ آ گیا نا۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ کئی راتوں سے پوری نیند نہیں نصیب ہوئی۔۔۔ ہری اَپ!"

"تت۔۔۔ تو۔۔۔ تم۔۔۔!" تیمور ہکلا کر رہ گیا!

"ہاں میں علی عمران! عرف عبد المنان۔۔۔ جو چاہو سمجھ لو! تم نے میرا نام تو

پہلے ہی سُنا ہو گا۔“

کمرے پر سکوت طاری ہو گیا۔

(۱۶)

دوسرے دِن شام کو کیپٹن فیاض عمران کے فلیٹ میں داخل ہوا۔ عمران اپنے نئے نوکر کو ڈارون کا مسئلہ ارتقا سمجھا رہا تھا اور وہ اتنا منہمک تھا کہ اسے فیاض کے آنے کی خبر نہ ہوئی یا ہو گئی ہو عمران کی بات عمران ہی جانے! بہر حال اس کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے فیاض کی آمد کا علم نہیں ہے!

وہ اپنے اَن پڑھ نوکر سے کہہ رہا تھا۔ ”اب لیمارک اور ڈارون کے نظریات ارتقا کا فرق سمجھنے کی کوشش کرو! سمجھنے کی کوشش کرو گے!“

”جی ہاں صاحب!“ نوکر نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ ”لیکن ایک

صاحب آئے ہیں۔"

"ہیلو۔۔۔ سوپر۔۔۔ فیاض!" عمران دروازے کی طرف مُڑ کر مسرّت آمیز لہجے میں چیخا۔

"بھئی میں مخل ہوا!" فیاض مُسکرا کر بولا۔ "تم اس وقت اپنی زندگی کا ایک اہم کام انجام دے رہے تھے۔ بہرحال میں تمہیں ایک حیرت انگیز خبر سُنانے آیا ہوں!"

"ہائیں کیا بچّہ ہوا ہے تمہارے!" عمران پُر مسرّت لہجے میں چیخ کر کھڑا ہو گیا! فیاض صرف بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا لیکن اس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر عمران کے سامنے ڈال دیا۔

عمران لفافے سے خط نکال کر بُلند آواز میں پڑھنے لگا۔

"فیاض صاحب!

میں ارشاد آپ سے مخاطب ہوں! اخبارات میں تیمور اینڈ بارٹلے والوں کے

جرائم کے متعلّق پڑھنے کے بعد آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ میں بھی اس فرم کا ایک حصّہ دار تھا! لیکن ان کے غیر قانونی بزنس میں میری شراکت نہیں تھی! عرصہ سے مجھے اِن لوگوں پر شُبہ تھا لیکن میں کھُل کر کوئی بات نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ میرے پاس اپنے دعویٰ کی دلیل میں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ مجھے بعض ذرائع سے صرف اتنا معلوم ہو سکا تھا کہ وہ غیر قانونی طور پر منشیات کی درآمد اور برآمد کرتے ہیں! میں نے اپنا سرمایہ اس فرم سے نکالنے کی کوشش کی لیکن تیمور کے ہتھکنڈوں نے مجھے اس میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ میں پولیس سے بھی شبہے کا اظہار کر سکتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ مجھ سے ثبوت ضرور مانگا جاتا۔۔۔! لہٰذا میں نے کافی غور و خوض کے بعد پولیس کو اس فرم کی طرف سے متوجّہ کرنے کے لیے یہ سارا ڈرامہ مرتب کیا تھا۔ ہڈّیوں کے ڈھانچے کی حقیقت تو آپ پر واضح ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اور دوسری باتیں بھی سو فیصدی مہمل تھیں۔ راضیہ کے وینٹی بیگ میں مَیں نے ہی سانپ رکھوایا تھا اور وہ سانپ قطعی بے ضرر تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اس دِن

یقینی طور پر شو روم میں جائے گی۔ بہر حال میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن آپ کی کامیابی قابلِ رشک ہے۔ یہ سب کچھ کر ڈالنے کے باوجود بھی مجھے یقین نہیں تھا کہ پولیس ان کی غیر قانونی حرکتوں کا سُراغ بھی پالے گی۔ بہر حال میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے۔ میں دو تین دِن بعد ارشاد منزل میں واپس آجاؤں گا۔

خط ختم کر کے عمران نے بُرا سا منہ بنایا۔ پھر بولا۔ ”یہ کھوسٹ یہی سمجھتا ہے کہ اس کی اِس حرکت کی بنا پر کامیابی ہوئی ہے حالانکہ میں نے بہت پہلے تُم سے کہا تھا۔ تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے تُم سے کہا تھا کہ ارشاد والے معاملے کی جتنی زیادہ پبلسٹی ہو اتنا ہی اچھا ہے اور راضیہ کے وینٹی بیگ والے سانپ کی تشہیر خاص طور سے کی جائے۔۔۔ کیوں کہ مجھے پہلے ہی شُبہ ہو گیا تھا کہ ارشاد اس طرح کسی خاص واقعے کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے جس میں تیمور اینڈ بارٹلے والے ملوث ہیں۔ تیمور اینڈ بارٹلے والوں کی کسی غیر قانونی حرکت کی طرف میں نے ارشاد کی اس حرکت سے پہلے ہی اشارہ کیا تھا اور خدا کرے

تمہاری عقل پر اتنے پتھّر پڑیں کہ تم دوسری شادی کر کے اپنے موجودہ عہدے سے مستعفی ہو جاؤ۔۔۔ تم میری گرفتاری کا وارنٹ لائے تھے۔۔۔ خدا تمہیں غارت کرے۔۔۔!

فیاض خاموش ہی رہا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”آخر ارشاد تنہا کیوں رہتا ہے!“

”ہاں! کیوں؟ یہ کوئی خاص بات نہیں۔ اسے آدمیوں سے زیادہ بلّیاں، خرگوش، کتّے اور پرندے پسند ہیں۔ آدمیوں میں صرف نوکر پسند ہوں گے جو اس کی ہر بات بے چوں وچرا تسلیم کر لیتے ہوں گے۔۔۔!“

”مگر مجھے اس کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا!“ فیاض نے کہا۔

”کچھ اپنے لیے بھی کرو سوپر فیاض!“ عمران سنجیدگی سے بولا۔ ”کوکین کی اسمگلنگ کے سلسلے میں ابھی تمہیں کسٹم میں بھی ایک پارٹی کا پتہ لگانا ہے جس کی مدد کے بغیر تیمور کامیاب ہو ہی نہیں سکتا تھا! یقیناً اس پارٹی کے لوگ ایکس فائیو تھری نائین کی پیٹیوں کو انسپکشن سے بچائے رکھتے ہوں

گے۔۔۔!“

”وہ سب ہو چکا ہے! تیمور کو سب کچھ اُگلنا پڑا ہے۔ تین آدمی کسٹم سے بھی گرفتار کیے جا چکے ہیں!“ فیاض نے کہا۔

”اچھا تو بس اب کھسک جاؤ! میں طلِسم ہوش رُبا پڑھنے جا رہا ہوں!“

عمران نے کہا اور بُرا سا مُنہ بنا کر سر کھجانے لگا!

ختم شُد